صبح آنے کو ہے

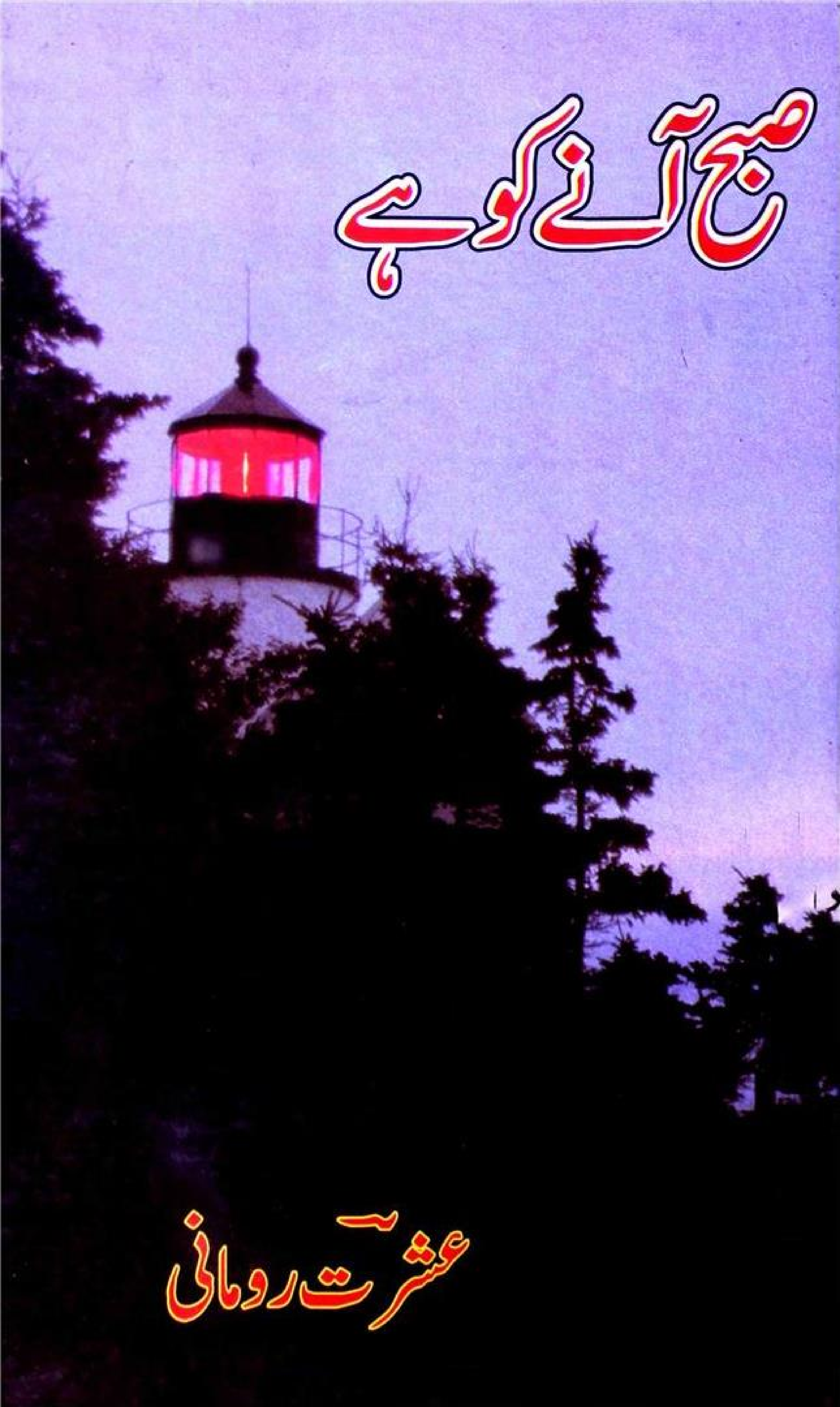

عشرت رومانی

صبح آنے کو ہے

عشرت رومانی

بزمِ تخلیقِ اَدب پاکستان۔ کراچی

پوسٹ بکس نمبر 17667، کراچی 75300

© ISHRAT ROOMANI

B-14, Rabia Dublex, Block C-1,
Scheme 33, Main University Road,
Karachi - 75270
Phone 021 - 8145513
[redacted]
4977193

کتاب: صبح آنے کو ہے

شاعر: عشرت رومانی

اشاعت: جولائی 2000ء

تعداد: پانچ سو

کمپوزنگ: فرید گرافکس۔ کراچی

کمپوزر: سید اسعد ہاشمی

مطبع: ندیم پرنٹنگ پریس۔ کراچی

قیمت: -/250 روپے

ناشر:

بزم تخلیق ادب پاکستان، کراچی

پوسٹ بکس نمبر 17667، کراچی۔ 75300

R RAZA
49113
10/2/06

انتساب

اردو اور انگریزی کے

بے مثل ادیب،

شاعر، انسان دوست،

فلسفی

اور

ادب نواز

محترم انور شیخ

کے نام

عکسِ سخن

تاثیر کا جوہر	تابش دہلوی	6
انفرادیت پسند شاعر	ڈاکٹر ابراہیم خلیل نقوی	7
دو زبانوں کا شاعر	پروفیسر آفاق صدیقی	12
رومانی کا عشرت کدہ	سید معراج جامی	18
صبح آنے کو ہے (منظوم)	سہیل غازی پوری	22
من آنم کہ من دانم	عشرت رومانی	25
حمد باری تعالیٰ		29
نعت رسول مقبولؐ		31
رثائی نظم		33
غزلیات		35
منظومات		91
گیت		191
جہان آباد		203
تراجم		217
عدم آباد		255
فردیات		271

تابش دہلوی

تاثیر کا جوہر

شاعر کا طرہ امتیاز اس کا اپنا اسلوب ہوتا ہے۔ جدید شاعری نے محرکات تو بہت فراہم کئے ہیں مگر جدید شعرا کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ ان کا اپنا انفرادی اسلوب نہیں ہے، زید اور بکر کی شاعری میں فرق کرنا مشکل ہے کیونکہ دونوں کے یہاں ایک جیسے استعارے، ایک جیسی تشبیہات اور ایک جیسی لفظیات کا استعمال اتنا عام ہے کہ قاری اس فرق کو محسوس نہیں کرتا اور یہی وجہ ہے کہ جدید شاعروں میں کوئی نام نمایاں نظر نہیں آتا اور اس یکسانیت نے ایک طرح کی اکتاہٹ پیدا کر دی ہے۔

عشرتؔ رومانی بھی جدید شعرا کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن انہوں نے اپنے اسلوب اظہار میں عام روش سے ہٹ کر اپنی راہ متعین کی ہے اور ان کے استعارے ان کی تشبیہات اور ان کا الفاظ کا ذخیرہ جدے اور مشاہدے کے اظہار میں بے معنی صرف نہیں ہوتا وہ سیدھے سادے انداز میں اپنے تجربات کو قاری اور سامع تک پہنچاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں تاثیر کا جوہر نمایاں ہے۔

عشرت رومانی نظمیں بھی کہتے ہیں اور انگریزی میں بھی شاعری کرتے ہیں ان کی نظموں میں زندگی کے ذاتی تجربات سے مرتب ہونے والے تاثرات کا اظہار ہوتا ہے جو دلوں کو متاثر کرتا ہے۔ انگریزی نظموں میں مشرقی پس منظر اس بات کا ثبوت ہے کہ ابھی انہیں اپنی ثقافت اور تہذیب سے کس قدر لگاؤ ہے۔

ڈاکٹر ابراہیم خلیل نقوی

انفرادیت پسند شاعر

"صبح آنے کو ہے" شعری مجموعہ کے خالق عشرت رومانی کثیرالجہات شخصیت کے مالک ہیں۔ موصوف ذواللسان شاعر ہیں۔ نثر میں ان کے بے شمار ادبی مضامین، تبصرے، جائزے اور تجزیے مختلف ادبی رسائل اور تنقیدی جرائد کی زینت بن چکے ہیں۔ اردو میں ان کی غزلیات اور نظمیں برصغیر پاک وہند کے علاوہ غیر ملکی اخبارات وجرائد میں شائع ہوچکی ہیں۔ ان کی انگریزی نظموں نے پاکستان اور امریکی رسائل میں جگہ پائی ہے۔

عشرت رومانی وقت کو مسترد کردینے کے مدعی ہیں۔ وہ تاریخ اور خصوصاً" فلسفے اور نفسیات کے عمیق مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ وقت کی کوئی اہمیت نہیں۔ اگر عمر کے مسئلہ کو نظرانداز کردیا جائے تو بقول موصوف بچپن، جوانی اور بڑھاپے کی حیثیت ثانوی رہ جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم لمحات کو تخلیق کا سرچشمہ قرار دیں تو ہماری ہستی ہی Dynamic Elements میں شامل ہوکر ہمارے ذہن اور دل سے ہم آہنگ ہوجائے گی اور وقت کی حیثیت ثانوی رہ جائے گی اور ہم کائنات کا حصہ بن کر اس سے اس طرح مل جائیں گے کہ ابدی حقیقت کے سب پردے چاک ہوجائیں۔ اس کے بعد زندگی کی جس طرح تشریح کی جائے گی اس میں فقط ایک خیال ہوگا کہ ہمارا وجود قائم ہے۔ وجود میں نہ تو بچپن ہوتا ہے نہ جوانی اور نہ ہی ضعیفی۔ بس یہی ہوتا ہے کہ سارے فاصلے زمانے اور ساری حدیں ختم کرکے ایک ہی نقطہ پر

مرکوز ہو جاتی ہیں اور یہی نقطہ وجود کی پہچان ہے۔ ان کی فکر اور فلسفہ پر ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ اس موضوع پر وہ مبسوط مقالہ لکھ رہے ہیں۔ مقالہ کی تکمیل کے بعد ہی اس پر رائے زنی مناسب ہوگی۔ یہ بہر حال مسلم ہے کہ ان کی اپنی سوچ ہے اور وہ تفکر کا منفرد انداز رکھتے ہیں۔ جس کے اشارے ان کے کلام میں نظر آتے ہیں۔ غزلیات میں افراد ایما کے پیرائے میں اور نظموں میں ذرا واضح انداز میں۔

شعر و سخن ہو، علم النفس ہو یا فلسفہ ان کی فکر منفرد ہے۔ استادی، شاگردی کے مسئلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ روش عام سے ہٹ کر چلے ہیں۔ تعجب خیز بات ہے کہ شعر و سخن میں انہوں نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ نہیں کیا۔ اور کثرت کتاب خوانی اور وسیع مطالعہ نے انہیں وہ اعتماد بخشا کہ وہ آپ اپنے استاد ہو گئے۔ فن شاعری میں اس کی مثالیں معدودے چند ہی ہیں مثلاً" اردو میں انشاالله خاں فارسی میں عرفی اور اردو و فارسی میں غالب۔ موخرالذکر کے باب میں محمد معظم اور نظیر اکبر آبادی کے نام لیے جاتے ہیں۔ لیکن مرزا صاحب نے کہیں اس کا کوئی بعیدی اشارہ بھی نہیں کیا ہے۔ اس لیے ان سے صرف نظر کرنی چاہیے۔ اس سے بہر حال یہ اندازہ تو بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ عشرت رومانی شعوری یا غیر شعوری پر انفرادیت کے قائل ہیں۔

شاعری میں بھی انہوں نے اپنی راہ الگ نکالی ہے۔ وہ پیش یا افتادہ استعارات و تشبیہات سے بچ کر یا ان کی اپنے انداز میں صورت گری یا اپنے طور پر مشکل کر کے پیش کرتے ہیں۔ لفظیات کے باب میں بھی ان کا منفرد انداز ہے۔ یہی ان کا طرز تحریر، انداز نگارش اور یہی ان کا فن سخن گوئی ہے۔ اس طرز نو نے ان کے کلام کو پر تاثیر بنایا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ امن کے داعی اور محبت کے علم بردار ہیں۔ محبت کی حلاوت و چاشنی اور امن کی پیغام بری نے ان کے کلام کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا ہے۔

عشرت رومانی کی شاعری، فکر، نظم و نثر کو قدیم اور جدید کے Watertight Compartments۔ ان کی سنگلاخ حد بندیوں میں مقید اور زنجیر کرنا کچھ زیادہ

صحیح نہیں ہو گا۔ (نثری نظم اور آزاد نظم سے قطع نظر) ان کے کلام میں ہمیں غزلیں بھی نظر آتی ہیں اور نظمیں بھی۔ اول الذکر صنف قدیم مانی جائے تو موخرالذکر کو جدید تسلیم کرنا پڑے گا۔ ان کی غزلوں میں میر و غالب کی چھاپ ہے نہ نظموں میں حالی کی۔ دراصل جو خیال اپنے لیے جو جامہ پسند کرتا ہے۔ اسے اس کے پسندیدہ جامہ میں اور جس صنف سخن میں بہتر اور احسن طریقہ سے ادا ہو سکتا ہے پیش کر دیتے ہیں۔ بس یہ ہے کہ وہ ملبوس ان کا اپنا تراشیدہ ہوتا ہے۔

وہ فن شعر میں غیر مقلد ہیں۔ جہاں وہ استادی اور شاگردی کے باب میں کم از کم اپنے دور میں انفرادیت کو قائم رکھنے میں کامیاب ہوئے وہاں انہوں نے طرز و روش میں بھی اسے قائم رکھا۔ بلاشبہ انہوں نے غزلیں کہیں لیکن مقلدانہ نہیں۔ اس میں ان کی شناخت' تخلص کا جزو ثانی نمایاں نظر آتا ہے۔ یہی حال ان کی نظموں کا بھی ہے اور ان میں یہ چیز اور نمایاں ہے۔

روش عام سے انحراف کافی جرات کی بات ہے۔ جب بھی کوئی عام ڈگر سے ہٹتا ہے تو طنز و تعریض کا نشانہ بنتا ہے۔ کچھ لوگ تو جلد ہی ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ اور جو سخت جان اور قوی ہونے کے مدعی ہوتے ہیں ان میں سے بیشتر لبدوں بودوں' لڑکھڑاتے اور ڈگمگاتے ہوئے چہرے پر اڑی ہوئی ہواؤں اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ چلتے ہیں اور پھر میدان سے سرپٹ دوڑ لگا دیتے ہیں اور بقیہ عمر تلافی مافات کے طور پر ادبی غیر مقلدین پر گند اچھالنے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ ان لوگوں میں نہ اتنی جرات تی ہے کہ اپنی انفرادی رائے اور سوچ پر قائم رہ سکیں اور نہ اپنے سابقہ مسلک سے روگردانی کر کے جس روش عام پر لوٹتے ہیں اس ہی میں استقلال اور خود اعتمادی سے گامزن رہ سکیں۔ وہ اپنی کمزوری کو چھپانے کے لیے انفرادی سوچ رکھنے والوں پر اعتراضات کی بارش بڑے زور و شور سے کرتے ہیں۔ لیکن ان کے اعتراضات اپنی کم مائیگی اور بودے پن کی وجہ سے اتنے پھس پھسے ہوتے ہیں کہ ان کا جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

عشرت رومانی اپنی رومان پسندی کے جلو میں ان باتوں سے بے نیاز اپنی روش

پر گامزن رہتے ہیں۔ لیکن اس رومانی انداز اور آزاد روی کو ادبی ارتداد یا شرک پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ وہ نظم کو نظم کے اور نثر کو نثر کے انداز میں لکھتے ہیں نیز بے لباسی کو پسند نہیں کرتے جیسا کہ ذکر کیا گیا انہوں نے غزلیں نظمیں گیت تراجم غرض کہ جملہ اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔

اگر وہ دیوتا، شہر در شہر، راکھ، شہر آرزو، اتنا تو کرو، اس کی بانہوں میں، قربت اور دوری اور راکھ وغیرہ کو کسی اور صنف میں مثلاً غزل یا گیت میں ادا کرنے کی کوشش کرتے تو خیال کے پارچے بن جاتے۔ یا غزل کے ان اشعار کو نظم کا جامہ پہناتے تو صورتحال کیسی مایوس کن ہوتی اور لطف کے بجائے بے لطفی پیدا ہو جاتی۔

ہزار سلوٹیں عمر رواں نے ڈالی ہیں
یہ کاٹتا ہوا بستر عجیب لگتا ہے

سبھی بے گھر ہیں لیکن مطمئن ہیں
کہ لٹنے کا انہیں اب ڈر نہیں ہے

کاسہ دل میں ہزاروں مشعلیں تھامے ہوئے
خونفشاں لمحوں نے دھرتی کو سجایا دیکھنا

عشرت رومانی آزادی فکر لسانی پابندیوں کو بھی پسند نہیں کرتے۔ وہ غزلیں، نظمیں، گیت تو لکھتے ہی ہیں۔ انہوں نے انگریزی نظموں کے اردو میں منظوم ترجمے بھی شروع کر دیے۔ اور گاہ گاہ انگریزی میں بھی جوہر دکھاتے ہیں۔ جوہر دکھانے کی بات اس لیے غلط نہیں کہ ان کی انگریزی زبان میں نظموں کو نہ صرف برصغیر کے رسائل میں پزیرائی ملتی ہے بلکہ سات سمندر پار امریکی رسائل میں بھی شائع ہوتی ہیں۔ وہ کہہ سکتے ہیں۔

عالم میں سر بلند رہے ہم جہاں رہے

عشرت رومانی نے مرحوم مشرقی پاکستان سے مجروح پاکستان ہجرت کی اس کے اشارے ان کے یہاں ملتے ہیں۔ ان کے کلام میں آپ بیتی کے ساتھ جگ بیتی بھی

نظر آتی ہے۔ انہوں نے ڈھاکہ یونیورسٹی سے بی کام کیا۔ آڈٹ اور اکاؤنٹس سے منسلک ہوئے اور ڈھاکہ' لاہور' راولپنڈی' واہ' مسقط اور کراچی میں خدمات انجام دیں آج کل چلڈرن کینسر فاؤنڈیشن سے منسلک ہیں۔

محاسب پیشگی کی بنیاد پر شاعر سے توقع کی جاسکتی تھی "طول شب فراق" کی پیائش صحیح طور پر کرسکے گا۔ اور جب عشرت رومانی کی دو نظموں واپسی اور سفر کا پہلا مصرعہ ایک ہی نظر آیا یعنی۔

اندھیری رات ہے اور تین بج گئے عشرت

توہم سمجھے کہ پیائش کرلی گئی۔ لیکن غالبا" رات کے اندھیرے نے پیائش میں رکاوٹ ڈال دی مجبورا" شاعر کو توسن خیال کا رخ دوسری طرف کرنا پڑا۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ عشرت رومانی عرصہ دراز تک محاسب کے پیشہ سے وابستہ رہے ہیں لیکن ابھی تک اپنی شاعری کی بیلنس شیٹ مرتب نہیں کرسکے ہیں۔ ابھی تو وہ صرف ٹرائل بیلنس ہی بنا سکے ہیں۔ یہ اصطلاحات یوں ہی نہیں استعمال کی گئی ہیں۔ ان کا خود کا خیال یہ ہے کہ انہوں نے ابھی تک وہ نہیں لکھا ہے جو زندگی کو حقیقت کل سے ہم آہنگ کرکے احساس کے پردوں سے رابطہ پیدا کرسکے۔ اس انداز تفکر سے تصدیق ہوتی ہے کہ ابھی ان کی شاعری اور ترقی کرے گی۔ دراصل اس لمحہ ارتقا کا عمل رک جاتا ہے۔ اور فن کے آگے بڑھنے کی راہیں مسدود ہوجاتی ہیں جب فنکار اپنے آپ کو کامل تصور کرلیتا ہے۔ بلکہ سچ پوچھیے تو اسی ساعت سے ترقی معکوس کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔

عشرت رومانی دراصل محبت پیشہ انسان ہیں۔ وہ مذہب وملت اور جغرافیائی حدبندیوں سے ماورا صرف انسان دوستی کے قائل ہیں۔ وہ امریکی اداکارہ کی خودکشی پر جیسے غمگیں ہوتے ہیں اسی طرح عبید اللہ علیم اور ابن انشاء کی موت پر۔ اور اب جس ادارے میں کام کر رہے ہیں وہ بھی ان کی انسان دوستی کے جذبہ ہی کا مظہر ہے وہ شخص شاعر کیونکر ہوسکتا ہے جو نازک اور لطیف جذبات سے عاری ہو اور انسان دوستی کے اس میں پاکیزہ جذبات نہ ہوں۔ ان جذبات کی عشرت رومانی کے یہاں فراوانی ہے۔

پروفیسر آفاق صدیقی

دو زبانوں کا شاعر

ادب کے بحرِ بے کراں کی غواصی آسان کام نہیں، نام نہاد شاعروں اور ادیبوں کی دوستی بھی غنیمت ہے مگر ادب سے سچی وابستگی بڑی جگر کاوی، جگر پاشی اور جگر سوزی سے قابو میں آتی ہے۔ عشرت رومانی کی شاعری ادب سے سچی وابستگی کی روشن مثال ہے۔ انہوں نے اپنی عمر عزیز کے بہت سے ماہ و سال ادب عالیہ کے مطالعہ اور دیس دیس گھوم پھر کر انسانی معاشروں کی شکست و ریخت کے گہرے مشاہدوں میں بسر کیئے ہیں تب کہیں وہ تخلیقی جوت جگائی ہے جو ان کی انگریزی اور اردو نظم و غزل کی خد و خال کو نکھارنے کا حق ادا کرسکی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کی غزلوں، گیتوں اور نظموں میں لفظ و بیان کی تاثیریت اور رومانی معنویت یہ ظاہر کرتی ہے کہ حسن و جمال کی رعنائیاں۔۔۔ اور محبت کی تہہ داریاں بڑے مدھر من موہنے انداز سے وجدانی راز و نیاز اور رومانی سوز و گداز کا ایک پر کیف جہاں معنی آباد کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر پہلے غزل کے چند جلوے دیکھیے:

گلاب شام لیے موسموں کی چاہت میں
ہوا نے رنگ بکھیرے ہیں کوئی آیا ہے

میں دیکھتا ہوں ہر اک سمت تیری تصویریں
زمانہ تجھ کو کہاں اس طرح سے دیکھے گا

عشرت رومانی کی شعری تخلیقات تو کئی ادبی جریدوں کے حوالے سے میرے

مطالعہ میں کافی عرصے سے آتی رہی تھیں مگر ملاقات اس وقت ہوئی جب ماہانہ کندن کے دفتر میں ان کو دیکھا۔ برسوں پہلے کا ذکر ہے ان کی کچھ غزلیں اور نظمیں پڑھ کر یہ خیال آیا کہ اگر عشرت رومانی مسقط سے کبھی کراچی آئیں تو معلوم کیا جائے کہاں کے رہنے والے ہیں، کیا کرتے ہیں، صرف شاعر ہیں یا کچھ اور بھی کرتے ہیں۔

پہلی ملاقات میں یہ اندازہ تو ہو گیا کہ مرد معقول ہیں۔ ادبی کتابوں اور جریدوں کا مطالعہ بڑے ذوق وشوق سے کرتے ہیں اور صرف شاعری ہی نہیں بلکہ نثری تحریروں کے قلم کار بھی ہیں۔ اب آپ کو یہ بھی بتا تا چلوں کہ عشرت رومانی کی بات چیت اور منکسرالمزاجی مجھے اتنی اچھی لگی کہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا اور ان ملاقاتوں سے ان کی شخصی زندگی کے بارے میں جو باتیں میرے علم میں آئی وہ کچھ یوں ہیں کہ بہار کے خطہ مردم خیز میں پیدا ہوئے۔ خانگی ماحول علم وادب سے معمور تھا۔ بی کام کی ڈگری لینے کے بعد ڈھاکہ، راولپنڈی، مسقط اور کراچی میں محاسب کی حیثیت سے برسر روزگار رہے۔ اب مستقلاً" کراچی کو اپنا مستقر بنالیا ہے۔ شعر وادب کی کتابوں کے ساتھ ساتھ فلسفہ، تاریخ، نفسیات اور عمرانیات کی کتابیں بھی خوب پڑھی ہیں لیکن کمال یہ ہے کہ چپکے چپکے ان تمام علوم کی اچھی اچھی باتوں کو بڑی خوبصورتی سے اپنی تحریروں میں ظاہر کرتے ہیں۔ ملنے جلنے والوں پر رعب ڈالنے کے لیے گفتگو میں ان کا اظہار نہیں کرتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بے تکلف دوستوں کی محفل میں اگر سنجیدگی سے علمی وادبی موضوع پر بات چیت ہو تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کسی گہرے سمندر سے نئے نئے موتی نکال کر پیش کر رہے ہوں۔

"وقت، حالات اور شعور" کو اپنا استاد کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ "ہم لوگ امن وسکون کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں۔ جس نظام سے ہم وابستہ ہیں ان میں سب کچھ ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ کیوں کہ ہماری حیثیت مجبور محض کی سی ہے۔ گرچہ ہم مسلسل جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ تو کیا ہم زمانے سے پیچھے ہیں؟ کیا ہم اس کی بڑھتی ہوئی تلخ حقیقتوں کو جلد قبول کرسکتے ہیں؟ اگر ہماری سوچ اور فکر میں لچک ہے تو ہم کسی سہارے کے بغیر ایک واضح نقطے پر خود کو مرکوز کرسکتے ہیں اور پھر

صحیح معنوں میں ہم زندگی کے تمام مسائل کو نظرانداز کیے بغیر اعلیٰ اقدار سے منسلک کر کے سماجی رشتوں کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کر سکتے ہیں۔ جس دور میں ہم زندہ ہیں اس میں ہم پر تمدنی اور سماجی دباؤ زیادہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہماری آنکھیں آنے والی روشن کرنوں کو دیکھنے سے قاصر ہیں۔ ہمیں اپنے مسائل کی تحلیل و تفسیر کرنا چاہیے نہ کہ تشہیر؟" یہ خیال اس حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے کہ عشرت رومانی کا نقطہ نظر ایک پڑھے لکھے، دردمند اور باشعور شخص کا نقطہ نظر ہے جسے وہ اپنی شعری تخلیقات میں بھی خوبصورتی کے ساتھ اجاگر کرتے ہیں ان کے نزدیک شاعری میں عصری آگہی اور فکر جدید کے حیاتی پہلو آنے والے دور کے لیے روشنی کے دھارے ثابت ہوں گے۔ **مثلاً** وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ "شعر کی ابدی قدریں یہی ہیں کہ ہم شاعری کو حالات کی ریشہ دوانیوں میں مقید نہ کریں اور مسائل کو سطحی طور پر بیان نہ کریں بلکہ اپنے مشاہدات کی روشنی میں آنے والے زمانوں کے قمقموں کو دیکھیں"۔ عشرت رومانی کا یہ رجائی نقطہ نظر ان کی غزلوں میں جا بجا ابھرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک غزل کے یہ دو شعر پیش کرتا ہوں۔

سوچ کی جھیل میں اک پرندہ گرا خواب تھرا گئے اک دھماکہ ہوا
لڑکھڑانے لگی ہر طرف تیرگی رات جانے کو ہے صبح آنے کو ہے

فکر و احساس کی زرفشاں تتلیاں وقت کی دھند میں پر لگا کر اڑیں
گل بداماں ہوئی ذہن کی روشنی رات جانے کو ہے صبح آنے کو ہے

عشرت رومانی کی غزلیہ شاعری کی طرح انگریزی اور اردو کی نظموں میں بھی جدید حسیت کے پہلو نمایاں ہیں۔ پچھلے دنوں ان کی ایک فکر انگیز اردو نظم آزاد "آئینے" کے عنوان پر اکیسویں صدی کی نذر ہوئی ہے اس نظم کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

"کبھی تو یہاں کوئی آوارہ پتہ خود اپنے ہی شانوں پہ اپنی ہی محرومیوں کے جنازے

اٹھائے ہوئے مسکرائے' خزاں کانپ جائے
کبھی تو یہاں مقبروں کی اداسی میں صدیوں کی بے چین روحوں کی آواز پر کوئی آواز آئے' کوئی چونک اٹھے' کوئی جاگ جائے

فی الحال اس مضمون میں اتنی گنجائش نہیں کہ عشرت رومانی کی کئی اور فکر انگیز اردو نظموں کے محاسن پر روشنی ڈالی جائے "عہد تمنا"۔ "شہر در شہر" "آخری پتہ"۔ "بیداری"۔ "راکھ"۔ "ہر ایک لمحہ"۔ "یقین و گماں" اور کئی دوسری کامیاب نظموں کا مطالعہ چند جملوں میں نہیں سمیٹا جاسکتا اس کے لیے بھرپور تنقیدی مقالہ درکار ہے اور یہی مسئلہ ان انگریزی نظموں کا بھی ہے۔

بات کچھ یوں ہے کہ بھائی عشرت رومانی کی شخصیت علمی و ادبی لحاظ سے واقعی بہت بڑی ہے لیکن برقی' طباعتی واشاعتی اور تقریباتی ذرائع ابلاغ سے خود کو نمایاں کرنے اور کروانے کے لیے جو حربے درکار ہیں ان پر کوئی خاص توجہ نہ دینے اور اپنے آپ میں مگن رہنے کا نتیجہ ظاہر ہے کہ جو شہرت و مقبولیت اور قدر و منزلت ملنی چاہیے تھی وہ نہ ملی۔

ایسا تو نہیں ہے کہ ادبی جریدوں نے عشرت رومانی کی نگارشات کو اہمیت نہ دی ہو مگر اب یہ عالم ہے کہ محض جریدوں اور کتابوں کی اشاعت سے وہ پذیرائی حاصل نہیں ہوتی جو ایسی گرانمایہ شخصیات کا حق ہے۔ اگر عشرت رومانی اعلیٰ سرکاری ملازم ہوتے یا مال و دولت کی فراوانی ہوتی اور یہ دونوں مراعات بھی نہ ہوتیں تو کوئی ایسی لابی ہوتی جو مسلسل ان کی شاعری اور شخصیت کے ڈنکے بجاتی رہتی تو شہرت و مقبولیت کو چار چاند لگ جاتے بہرکیف "دیر آید درست آید" کے مصداق اس شعری مجموعے کی اشاعت فال نیک ہے جس میں غزلیں' نظمیں' گیت اور تراجم وغیرہ کا ہونا صرف کتاب کی ضخامت بڑھانے کے لیے نہیں ہے بلکہ ان تحریروں میں بڑی جان ہے۔ مثال کے طور پر عشرت رومانی کی غزلوں کو دیکھا جائے تو ان میں آداب غزل گوئی کی روایتی پاسداری کے ساتھ ساتھ جدید حسیت کی تازہ کاری آج کے لہجے کا بھرپور احساس دلاتی ہے۔ میں ان غزلوں سے بہت سے اشعار

پیش کر سکتا ہوں اور کچھ جھلکیاں دکھا بھی چکا ہوں پھر بھی جی چاہتا ہے کہ درج ذیل اشعار کی دلکشی بھی آپ کو اپنی رعنائی سے متاثر کرے۔

تتلیوں کے ساتھ ہی پاگل ہوا کھو جائے گی
پتیوں کی اوٹ میں کوئی چھپا رہ جائے گا

رفتہ رفتہ بجھ گئیں سب مشعلیں
اس کی یادوں کا دیا جلتا رہا

جو ایک درد کی جھولی تھی وہ بھی خالی ہے
تمام عمر کی خیرات لے گیا کوئی

اس دور میں چہروں پہ لکھتے رہتے ہیں حالات
ہر شخص یہاں جیسے کتابوں کی طرح ہے

شام ہوتے ہی سلگتی ہیں ہزاروں یادیں
کوئی بجھتے ہوئے شعلوں کو ہوا دیتا ہے

نازک خیالی، رومانیت پسندی، عام فہم محاورہ بندی، ایمائیت و رمزیت، ایجاز و اعجاز کلام موثر نشست الفاظ، رعایت لفظی، صوتی آہنگ کی موزونیت، لہجے کی بے ساختگی و برجستگی اور وہ تمام لوازمات جو آج کی غزل گوئی کو فکر انگیز و دل آویز بناتے ہیں ان کا رچاؤ عشرت رومانی کی غزلوں میں موجود ہے۔

نظموں کی تعداد اس مجموعے میں پچاس کے قریب ہے۔ ان نظموں میں ہیئت اور معنوی موضوعاتی تنوع کے ساتھ ساتھ مجموعی تاثر سے شاعر کا جو فلسفہ حیات ابھرتا ہے وہ رجائیت کا غماز ہے۔ یہ نظمیں خطیبانہ یا نیم خطیبانہ زور کلام سے عبارت نہیں بلکہ ان کی سج دھج میں روح شاعری جلوہ گر ہے۔ عشرت رومانی نے اپنی نظموں کے تین حصے کیے ہیں۔ پہلا حصہ رومانی شاعری پر مشتمل ہے۔ رومانیت کا

احساس و ادراک تو میرے خیال میں ان کی پوری شاعری پر محیط ہے ہاں یہ ضرور ہوا ہے کہ حیات و کائنات کے بدلتے ہوئے منظرنامے کی حسیاتی و فکری تہہ داریوں نے رومانیت کو دانستہ اتنا نمایاں نہیں ہونے دیا کہ "روم جلتا رہے اور نیرو بانسری بجائے" اسی لیے دوسرے حصے کی نظمیں "رومان اور انقلاب آمیزش" کا کرشمہ ہیں اور پھر تیسرے حصے میں حیات و کائنات کے وہ موضوعات تخلیقی وجدان کا محرک بنے ہیں جو عالم انسانیت میں "امن اور محبت" کا اشاریہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے ہمہ گیر اور ہمہ جہت مسائل کو شاعرانہ اپج اور باطنی بصیرت کے ساتھ شعور و آگہی میں جذب کرنا آسان کام نہیں غالباً" اسی لیے عشرت رومانی نے یہ اعتراف بڑے سچے دل سے کیا ہے کہ "ابھی تک میں نے وہ نہیں لکھا ہے جو زندگی کو حقیقت کل (Total Reality) سے ہم آہنگ کر کے احساس کے پردوں سے رابطہ پیدا کر سکے۔"

پیش نظر کتاب میں وہ نظمیں بھی شامل ہیں جو انگریزی زبان میں کہی گئیں۔ یہ نظمیں بڑی زوردار ہیں اور شاعر کی ان صلاحیتوں کو ظاہر کرتی ہیں جو مغربی ادبیات اور خصوصی انگریزی شعروادب کے وسیع و عمیق مطالعے سے اجاگر ہوئیں۔ ان نظموں میں سے کچھ نظموں کا منظوم اردو ترجمہ بذات خود عشرت رومانی نے کیا ہے اور دیگر شعراء نے جو ترجمے کیے وہ بھی بطور لائق مطالعہ ہیں۔

میرا جی نے کہا تھا "عورت گیت بناتی ہے"۔ بے شک عورت تو خود ہی سراپا گیت ہوتی ہے۔ عورت، پھول اور بچے، شاعری کے وہ استعارے ہیں جن کے حسن و جمال کی زمینی رعنائی و برنائی پر ماہ و انجم بھی رشک کرتے ہیں۔ گیت جو والہانہ انداز سے گنگنانے گانے اور من ترنگ کو اجاگر کرنے کا بہت ہی دلکش اور قبول عام حاصل کرنے والا ذریعہ ہے۔ اس ذریعہ اظہار کو بھی عشرت رومانی صاحب نے پورے رکھ رکھاؤ اور گیتوں کی مخصوص فنی ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے برتا ہے۔

سید معراج جامی

رومانی کا عشرت کدہ

عشرت رومانی میرے احباب میں ایک ایسی شخصیت ہیں جن سے میرا احترام و محبت کے ساتھ ساتھ بے تکلفی اور لنگوٹیے پن کا رشتہ ہے۔ عشرت رومانی میرے لنگوٹیے یار نہیں ہیں مگر طبیعت اور مزاج کی ہم آہنگی اور فہم و فراست کی یکسانیت نے ہم دونوں کو جڑواں بنا دیا ہے۔ عشرت رومانی ویسے مجھ سے دو دہائی بڑے ہیں مگر خود وقت کی کسی اکائی، دھائی یا سیکڑہ کو نہیں مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک وقت کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے وہ انسان ہے۔ یہاں وقت سے مراد دن کے چوبیس گھنٹے، ایک گھنٹے کے ساٹھ منٹ یا ایک منٹ کے ساٹھ سیکنڈ نہیں ہیں۔ دراصل عشرت رومانی کا اب سارا تفکر فلسفہ اور نفسیات کی جانب ہو گیا ہے، تصوف کی جانب مائل ہو رہے ہیں۔ ان کے اس نظریئے کی تفہیم ان سے بہتر کون کر سکتا ہے لہذا ان کا یہ نظریہ آپ جلد ان کے مضامین کے مجموعے میں پڑھ لیں گے۔ یہی کیا کم جرات کی بات ہے کہ انہوں نے وقت کو Discard کر دیا ہے، اس طرح اب میں ان سے زیادہ کھل کر گفتگو کر سکوں گا اور ہو سکتا ہے کہ کبھی میں ان سے بڑا بھی ہو جاؤں۔ ویسے ان کے بیشتر معاملات میں میری عقل ہی خرچ ہوتی ہے۔ یوں تو وہ لیڈری دوستی سے دوہرا فائدہ اٹھاتے ہیں اور میں ان کے اس فائدے سے فائدہ اٹھاتا ہوں مگر عشرت صاحب ہیں بے انتہا شریف اور معصوم

ہیں، میں نے انہیں کبھی غصے میں نہیں دیکھا، جھوٹ بولتے، سگریٹ پیتے اور پان کھاتے نہیں دیکھا البتہ کبھی کبھی کسی کی باتوں میں ضرور آ جاتے ہیں اور اپنے تئیں فیصلے بھی کر لیتے ہیں مگر ان میں اچھی بات یہ ہے کہ اپنے رنج کا اظہار مجھ سے ضرور کرتے ہیں اور میں جو کچھ کچھ لوگوں کو سمجھنے لگا ہوں ان کے بارے میں جب عشرت صاحب کو سمجھاتا ہوں تو پھر بات ان کی سمجھ میں آ جاتی ہے اور وہ نارمل ہو جاتے ہیں وگرنہ اندر ہی اندر کڑھتے رہتے ہیں۔ عشرت صاحب بُرائی کسی کی بھی نہیں کرتے حتیٰ کہ جو بُرا ہو بھی تو اس کی زیادہ تعریف کرتے ہیں۔ ہر بڑے آدمی کی شخصیت سے مرعوب اور متاثر ہو جاتے ہیں۔ دل و جان سے ان کی عزت کرتے ہیں۔ جس کتاب پر ان سے لکھایئے اچھا ہی لکھیں گے۔ تجزیہ بہت اچھا اور ژرف نگاہی سے کرتے ہیں۔ تنقید اس لیے نہیں کر سکتے کہ ان کی سرشت میں نہیں ہے۔ ہر اچھی کتاب پر اس طرح مچل جاتے ہیں جس طرح ایک چھوٹا بچہ کسی خوبصورت کھلونے کو دیکھ کر مچل جاتا ہے۔ عشرت صاحب میں علمیت اور قابلیت بدرجہ اتم موجود ہے مگر غرور اور تکبر نام کو نہیں ہے۔

عشرت صاحب کے اس شعری مجموعہ میں ان کی عادات و افعال کے بارے میں میری یہ تحریر شاید بے محل لگے مگر میں ان کے بارے میں ان کی عادت اور فطرت کے بارے میں اس لیے لکھ رہا ہوں کہ میرے نزدیک اس کتاب سے بہتر کوئی پلیٹ فارم نہیں ہے اور ایک بہتر موقع بھی۔

عشرت صاحب جینوئین شاعر ہیں۔ غزل ان کی بے حد پسندیدہ صنفِ سخن ہے بقول فضل احمد کریم فضلی۔

غم دوراں میں کہاں بات غم جاناں کی
نظم ہے اپنی جگہ خوب مگر ہائے غزل

اس ہائے غزل کے لیے ان کے لب ہمیشہ واہ واہ کرتے نہیں تھکتے مگر یہ کیسا دلچسپ تضاد ہے

کہ عشرت رومانی کا آہوئے فکر نظم میں جو زقندیں بھرتا ہے وہ برق رفتاری ان کی غزل میں نظر نہیں آتی اور مزید دلچسپ بات یہ کہ عشرت رومانی خود بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں اور اعتراف کے ثبوت میں ان کا پیش نظر مجموعہ کلام ''صبح ہو آنے کو ہے'' حاضر ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ بھی قطعی نہیں ہے کہ وہ غزل کے شاعر نہیں ہے، عشرت رومانی غزلیں بھی خوب کہتے ہیں مگر نظمیں زیادہ تر قلم برداشتہ ہیں۔

عشرت رومانی سابق مشرقی پاکستان کے پڑھے ہوئے ہیں لہذا ان کی انگریزی بھی خوب پختہ اور رواں ہے۔ پھر ان کا انگریزی ادبیات کا مطالعہ سونے پر سہاگہ۔ بعض اوقات کسی خاص موقع کی مناسبت سے ان کے ذہن پر جب نظم کا نزول ہوتا ہے تو وہ براہ راست انگریزی زبان میں ہوتا ہے۔ انگریزی زبان پر ان کی یہ قدرت واقعی قابل تحسین ہے۔ عشرت رومانی کی اردو اور انگریزی نظمیں اپنے اندر آہنگ (Melody) غنائیت (Lyric) اور موسیقیت (Music) کا بھرپور حسن رکھتی ہیں۔

عشرت رومانی کی پوری شخصیت رومانیت کے جام سے لبریز ہے۔ سرتاپا رومانیت کے پیکر ہیں، چال ڈھال، حرکات وسکنات، انداز واطوار اور کردار وگفتار میں رومانیت ہی رومانیت ہے۔ اور یہی حال ان کی جملہ شاعری کا بھی ہے۔ رومان انگیز، رومان پرور اور رومان پسند۔ ان کی شاعری میں اس حد تک رومانیت کا سبب کچھ ناآسودگیاں ہیں جن کی وجہ سے ان کی بہاروں کے کچھ رنگ پھیکے ہوگئے ہیں اور شومئی قسمت یہ وہی بنیادی رنگ ہیں جن سے مزید رنگ بنتے ہیں لہذا عشرت رومانی نے بھی اپنی ان ناآسودگیوں کو شاعرانہ الفاظ میں ڈھال کر اپنی شاعری میں رومانیت بھردی ہے چونکہ شریف اور نیک ہونے کے ساتھ ساتھ ڈرپوک مسلمان بھی ہیں لہذا ان کا بس صرف اور صرف شاعری ہی میں چلتا ہے۔ کیونکہ عشرت رومانی جہاں یاروں کے یار اور شفیق باپ ہیں وہاں وہ ایک فرمابردار شوہر بھی ہیں۔ ان کی دوستانہ محبت اور پدری شفقت پر شوہرانہ فرمانبرداری بہرحال غالب تو ہے ہی مگر کبھی کبھی تو

غاصب بھی ہو جاتی ہے۔

عشرت رومانی کا یہ شعری مجموعہ "صبح آنے کو ہے" کئی سال پہلے آچکا ہوتا۔ مگر جس طرح موت کا ایک دن معین ہے اسی طرح ایک نئی زندگی (یا خوشی) کا بھی ایک دن معین ہے بعض صاحب قلم کو صاحب اولاد ہونے سے کہیں زیادہ خوشی صاحب دیوان ہونے میں ہوتی ہے ۔ عشرت رومانی انہی صاحب قلم میں سے ایک ہیں۔ ان کی روحانی اور رومانی خوشی کا اندازہ اس وقت تو صرف مجھے ہو رہا ہے مگر جب کتاب منظر عام پر آ جائے گی اور آپ کو یہ شعری مجموعہ انہوں نے اپنے دست مبارک سے پیش کیا تو آپ احباب کو بھی اندازہ ہو جائے گا

عشرت رومانی کی شاعری پر ہمارے عہد کے چند معتبر اہل قلم کی آرا اس مجموعہ میں شامل ہیں ۔ اور یہ صرف اس لیے شامل ہیں کہ عشرت رومانی جو اپنے اور اپنی شاعری کے بارے میں کچھ لکھنے سے احتراز کر رہے ہیں ان کے بارے میں قارئین کو کچھ تو علم ہو کہ شاعری میں ان کا مطمح نظر کیا ہے اگر چہ آج عشرت رومانی جرائد کی دنیا میں اپنی شاعری ، مضامین اور تجزیاتی تحریروں کے حوالے سے ایک معتبر نام کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں مگر ان سے میری یہی درخواست تھی کہ ان کے مجموعے میں ان کے اور ان کی شاعری کے حوالے سے چند مختصر ہی سہی مگر معتبر صاحب قلم کی تحریریں ضرور شامل ہوں ۔ عشرت رومانی نے خود اپنے بارے میں تو کچھ نہیں لکھا مگر اپنی شاعری کا پس منظر مختصر الفاظ میں ضرور پیش کر دیا ہے۔ شاعری کے ساتھ ان کی یہ تحریر بھی خاصی اہم ہے۔

عشرت رومانی کی اس کتاب پر میرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا عشرت صاحب کا کیونکہ یہ کتاب میرے عزیز دوست، بھائی اور مخلص کی ہے اگر میں اس کا ناشر نہیں ہوتا تو بھی میرے لیے ان کا یہ مجموعہ اہمیت کا حامل ہوتا لہذا ہم دونوں آپ کی رائے کے منتظر ہیں۔

نصف صدی پر مشتمل عشرت رومانی کا یہ شعری سرمایہ یقیناً ارباب علم اور صاحبان ذوق میں پذیرائی حاصل کرے گا۔

سہیل غازی پوری

صبح آنے کو ہے

قریہ حرف کے شبستاں میں
مشعل رنگ و نور کے ہمراہ
استعاروں کے بانکپن کے ساتھ
زندگی کی علامتوں کو لیے
دامن آگہی کے سائے میں
اک نیا لہجہ بیاں لے کر
عشرت درد مند آیا ہے

❖

اچھی غزلیں، حسین نظموں کی
ایسی سوغات لے کر آیا ہے
جس کا انداز ہی نرالا ہے
جس سے احساس کے دریچوں پر
موسم گل کی انگلیاں پیہم
دستکیں دے رہی ہیں پھولوں کو
جس سے شاخ شعور پر جگنو
روشنی کے دیئے جلاتے ہیں
جس سے قلب و نظر کے صحرا میں
روشنی کے پرند صبح و شام

بے خطر، بے تکان اڑتے ہیں
ایسا لگتا ہے چند لمحے میں
صبح بیدار ہونے والی ہے
رات کو مات ہونے والی ہے

❖

رات اور دن کے درمیاں ہم لوگ
کیسے حالات سے گزرتے ہیں
درد کے بیکراں سمندر میں
ڈوبتے ہیں کبھی ابھرتے ہیں
عشرتِ دردمند نے جو کچھ
زندگی سے قریب تر ہو کر
آنکھ کی پتلیوں میں رکھا ہے
منتقل کر دیا ہے کاغذ پر
ایسے الفاظ آئے ہیں جیسے
رتجگے، سائے، روشنی، جگنو
فاصلہ، رات، آئنہ، پتھر
درد، خوشبو، ستارے اور پرند
جن کے معنی بدل گئے یکسر
نئے سانچے میں ڈھل گئے یکسر

❖

آیئے کچھ ورق الٹتے ہیں
طرزِ نقد و نظر بدلتے ہیں
دیکھتے ہیں کہاں ہے دل کا مکاں
جس پہ تختی کسی کے نام کی ہے

دیکھتے ہیں کہاں ہے موجِ بلا
جو سمندر کو کھانا چاہتی ہے
دیکھتے ہیں کہاں ہیں ایسے لوگ
جن کے چہروں پہ کچھ نہیں لکھا
دیکھتے ہیں کہ مارلن منرو
کیوں ہوئی خودکشی پہ آمادہ
دیکھتے ہیں کہ کیوں نہیں گزری
تیسری جنگ شیشہء جاں سے
دیکھتے ہیں ازل، ابد کیا ہے
دیکھتے ہیں کہ سرپھرے لمحے
زندگی کی تلاش کی خاطر
کب ٹھہرتے ہیں ساتھ چلنے کو
دیکھتے ہیں کہ روشنی کا قتل
کھل کے لکھا ہے کس مورخ نے
دیکھتے ہیں لہو کا اک قطرہ
کیسے کیسے کمال کرتا ہے
زیست میں کیسے رنگ بھرتا ہے
سچ تو یہ ہے کہ چند لمحے میں
صبح بیدار ہونے والی ہے
رات کو مات ہونے والی ہے

❖

عشرت رومانی

من آنم کہ من دانم

بیسویں صدی میں سفر کرتے ہوئے میں نے اپنی شاعری میں عصری آگہی اور جذبوں کی تازگی سے جو تخلیقی پیکر تراشے ہیں وہ میرے خوابوں، خواہشوں اور کرم ناتمام کی آئینہ داری کرتے ہیں۔ میں نے لفظوں کی بساط بچھا کر شعلہ فکر کو جو لبادے پہنائے ہیں انہیں موج تخلیق سے ہم آہنگ کیا ہے۔ میں نے ہر لمحہ خوشبو اور تپش کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے جس میں کبھی تو میرا وجود خوشبوؤں میں ڈوب گیا ہے اور کبھی دل و دماغ جھلس گئے ہیں۔ میری شاعری اپنے عہد کی پُر آشوب کیفیات کی داستان اور آئینہ ذات ہے۔ مجھے احساس ہے کہ ابھی بہت کچھ کہنا باقی ہے۔

پھر زخم جبیں سے ہے رگ و پے میں حرارت
تاریک سفر میں ہے شفق دن کی بشارت
میں خواب کے منظر کو سمجھتا رہا تعبیر!
آہٹ نے مری آنکھ کو دی تازہ بصارت

(سلیم شاہد)

اظہار تشکر:۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے دوستوں اور ہمدردوں کا شکریہ نہ ادا کروں جنہوں نے ہر مرحلے پر اس شعری مجموعہ کی اشاعت و طباعت کے سلسلے میں ہر ممکن طریقے سے اعانت کی۔ جناب انور شیخ، عاشق اردو جناب ساحر شیوی اور جناب فضا اعظمی کی مخلصانہ کاوشوں کو بیان کرنے سے قاصر ہوں جنہوں نے اس کتاب کو منظر عام پر لانے میں میری مدد کی۔

میرے بہت قریبی عزیز محمد ارشاد حسین اور ان کے رفقاء سبطین ہاشمی، ندیم ندوی اور اقبال احمد قابل تحسین ہیں جن کا تعاون ہر مرحلے میں ساتھ رہا۔ برادرم شاہین فصیح ربانی اور برادرم مخدوم علی ممتاز کا شکریہ کہ انہوں نے کتاب کی پروف ریڈنگ کی، اپنے عزیز دوست برادرم سید معراج جامیؔ کا خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اشاعت و طباعت کی کٹھن منزلوں سے گزار کر کتاب کو ایک خوبصورت لبادہ عطا کر دیا۔

میری چند انگریزی نظموں کو محترم شفیق الدین شارقؔ اور محترم ظہیر مشرقی نے بہ رضا رغبت اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ یہ دونوں محترم ہستیاں آج ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ دونوں ہی باکمال، صاحبِ علم اور اہل بصیرت تھے۔ دونوں کی رحلت حقیقتاً اردو ادب کے لیے ایک سانحہ ہے۔ دونوں ہی فقیر منش تھے اسی لیے ان کے کمال فن سے بہت کم لوگ ہی واقف ہیں یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کی رحلت پر علم و ادب کے ایوانوں میں کوئی ہلچل نہیں ہوئی۔ کہیں سے کوئی کلمہ ہائے افسوس بلند نہیں ہوا۔ خیر! یہ سرد مہری تو شیوہ اہل علم کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ میری دعا ہے اللہ تبارک تعالیٰ دونوں مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

میری نظموں کے تیسرے مترجم میرے دوست اور برادر خرد شاہین فصیح ربانی ہیں۔ اردو اور انگریزی پر ان کی خداداد صلاحیت ان کے تابناک مستقبل کی ضمانت ہے۔ محترم سہیل غازی پوری نے بھی میری ایک نظم کا ترجمہ کیا ہے۔ میں فصیح ربانی اور سہیل غازی پوری کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

میں محترم تابشؔ دہلوی، محترم ڈاکٹر ابراہیم خلیل نقوی، محترم پروفیسر آفاق صدیقی اور اپنے عزیز دوست سہیل غازی پوری کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے اپنی قیمتی آرا سے اس شعری مجموعہ کو توقیر بخشی۔

سب سے آخر میں اپنی شریک حیات غزالہ عشرت، بیٹی عنبریں عشرت اور بیٹے

کامران عشرت کا خصوصی شکریہ کہ ان تینوں کی ادب نوازی اور ادب پروری نے مجھے عملی زندگی کے بے شمار مسائل اور پریشانیوں سے وقتی طور پر محفوظ و مامون رکھا اور میرے ادبی ذوق و شوق کو مہمیز کیا۔

حمد

یہ ارض و سما یہ شمس و قمر سب تیرے ہیں ہم تیرے ہیں
ہے نور کا عالم شام و سحر سب تیرے ہیں ہم تیرے ہیں

اس عالم امکاں میں مالک ہر لمحہ گلابوں کی بارش
ہر لمحہ یہاں خوشبو کے سفر سب تیرے ہیں ہم تیرے ہیں

دھڑکن میں تو، سانسوں میں تو، پلکوں پر تو، خوابوں میں تو
اک وجد کا عالم شام و سحر سب تیرے ہیں ہم تیرے ہیں

اس عالم ہستی کے قیدی ہر لمحہ ازل سے کہتے ہیں
یہ قید ہے قید حسن و نظر سب تیرے ہیں ہم تیرے ہیں

جو صبح ازل سے جلتی ہے اس شمع عرفاں سے روشن
یہ میرا دل یہ تیرا گھر سب تیرے ہیں ہم تیرے ہیں

یہ نشہ نشاط عرفاں ہے جو صبح ازل میں پنہاں ہے
ہر لمحہ لبا لب ہیں ساغر سب تیرے ہیں ہم تیرے ہیں

یہ قید جو قید ہستی ہے آباد دلوں کی بستی ہے
ہے تیرا تصور شام و سحر سب تیرے ہیں ہم تیرے ہیں

اقلیم سخن کی دولت دے افکار کو وسعت مل جائے
الفاظ و معنی کے پیکر سب تیرے ہیں ہم تیرے ہیں

۱

روشنی

(ایک نعتیہ نظم)

روشنی آگہی روشنی زندگی
وقت کی بیکراں بیکراں جھیل میں
وقت کی کہکشاں کہکشاں جھیل میں
علم و عرفان کی ابتدا روشنی
ابتدا روشنی انتہا روشنی
روشنی سے ہر اک سمت شانِ نمو
روشنی یم بہ یم جو بہ جو، کو بہ کو
روشنی جستجو، روشنی آرزو
روشنی روشنی روشنی روشنی

یہ جہاں کچھ نہ تھا یہ زمیں کچھ نہ تھی
اک خلا تھا یہاں
ذہن و دل کا کوئی رابطہ بھی نہ تھا
روشنی کا کوئی سلسلہ بھی نہ تھا
دفعتاً" پھر سویرا ہُوا، روشنی ہنس پڑی
شاخِ گل جُھک گئی، ہر کلی ہنس پڑی
چاند روشن ہوا، ظلمتیں چھٹ گئیں
راستے سج گئے، منزلیں مل گئیں
گُل فشاں گُل فشاں زندگی سج گئی
شب کے ماتھے پہ افشاں لیئے چاندنی سج گئی
آپؐ آئے مسرّت کے گُل کِھل گئے
آپؐ آئے بہاروں کے سب قافلے مل گئے
پھر صداقت کی شمعیں فروزاں ہوئیں
پھر ستاروں کی راہیں گُل افشاں ہوئیں
علم و عرفان کے سب دِیے جل گئے
راستے سج گئے قافلے چل پڑے

رثائی نظم

(امام عالی مقام حضرت حسینؓ اور ان کے رفقاء کی نذر)

یہ کس کے خون کی سرخی سے خوں فشاں ہے جہاں
درِ افق پہ شفق رنگ ہر ستارا ہے
نظر اٹھی ہے تو ٹھہری ہے آسمانوں پر
کہ شب گزیدہ سحر جاں گسل نظارا ہے

گزر گئے ہیں جو لحات کرب و پیہم کے
پلک پلک پہ فروغاں ہیں کم نہ ہوں گے کبھی
حقیقتوں کی صداقت کی آزمائش میں
ستم ہوئے ہیں کہ ایسے ستم نہ ہوں گے کبھی

ستم کی رات لیے مشعل حیات لیے
یقین و عزم کے پرچم فضا میں لہرائے
طلوع صبح کے منظر میں دل دھڑکنے لگا
ستارۂ شب سحری نے اشک برسائے

صداقتوں کے امیں عزمِ نو کے رکھوالے
بڑھے تو جیسے چٹانوں کا دل دھڑکنے لگا
جہاں جہاں سے گزرتے رہے وہ پروانے
شبِ سیاہ کا آنچل وہاں سرکنے لگا

دلوں میں درد لیے اشکِ کائنات لیے
ہر ایک پل جو گزرتا ہے غم میں ڈھلتا ہے
پھر اس کے بعد وہاں روشنی ابھرتی ہے
جہاں جہاں پہ شہیدوں کا خون گرتا ہے

جہاں پہ کرب و الم کے سیاہ بادل ہیں
وہاں پہ کوئی ستارا سا جھلملاتا ہے
ہر اک گھڑی جو ٹھہرتی ہے رات بڑھتی ہے
ہر ایک لمحہ گزرتا ہے ڈوب جاتا ہے

یہ زندگی ہے یہ دنیا ہے جب تلک عشرتؔ
اسی طرح حق و باطل کے معرکے ہوں گے
حسینؓ ساتھ ہمارے رہیں گے تا بہ ابد
قدم قدم پہ بہاروں کے سلسلے ہوں گے

غزلیں

گماں دارم نہاں دردل کہ یک صبح حسیں آید
خوشا وقتے کہ شب باقی و من بیدار می رقصم

عجب درد ‌یست اندر دل کہ سوزد روح پنہانی
مگر آں سوز پندارم کہ آتش بار می رقصم

(عصامؔ عظیم آبادی)

⌘

راستے سو گئے سو گئی ہر گلی رات جانے کو ہے صبح آنے کو ہے
چاند ڈھلنے لگا تھک گئی چاندنی رات جانے کو ہے صبح آنے کو ہے

شاخ در شاخ جگنو چمکنے لگے شہر در شہر یادوں کی شمعیں جلیں
پھر اشارا ہُوا کوئی کھڑکی کھلی رات جانے کو ہے صبح آنے کو ہے

رفتہ رفتہ گُلوں پر نکھار آ گیا موسموں کا ہمیں اعتبار آ گیا
گُل فشاں گُل فشاں ہوگئی ہر کلی رات جانے کو ہے صبح آنے کو ہے

سبز پتّوں پہ شبنم ٹپکنے لگی شہرِ جاناں میں پُروائیاں چل پڑیں
پھر مچلنے لگی درد کی چاندنی رات جانے کو ہے صبح آنے کو ہے

سوچ کی جھیل میں اک پرندہ گرا خواب تھرّا گئے اک دھماکہ ہُوا
لڑکھڑانے لگی ہر طرف تیرگی رات جانے کو ہے صبح آنے کو ہے

ہم ہیں پیغامِ صبحِ بہاراں مگر ہم پہ الزام ہے ہم ہی مصلوب ہیں
دار پر ہم سجائیں گے یہ زندگی رات جانے کو ہے صبح آنے کو ہے

فکر و احساس کی زرفشاں تتلیاں وقت کی دُھند میں پر لگا کر اڑیں
گُل بداماں ہوئی ذہن کی روشنی رات جانے کو ہے صبح آنے کو ہے

وقت کی شاخ سے ہم ہیں ٹوٹے ہوئے رشتۂ جسم و جاں لے کے آہی گئے
قافلے چل پڑے جیسے گھنٹی بجی رات جانے کو ہے صبح آنے کو ہے

***

⌘

طلوعِ صبحِ تاباں کی جبیں سے
یہ کس کا خون رِستا ہے زمیں سے

تری یادوں کی شبنم ضو فشاں ہے
نظر آتے ہیں جگنو شہ نشیں سے

کوئی سورج مرے دل میں اتارو
بنے جاتے ہیں رستے سر گمیں سے

کوئی مانوس خوشبو بس گئی ہے
چلے آتے ہیں جھونکے عنبریں سے

تری قربت کی گرمی کہہ رہی ہے
بکھرنے کو ہیں لمحے آتشیں سے

مرے سپنے مری آنکھیں بھی لے لو!
مگر جاناں مجھے دیکھو کہیں سے

جہاں جلتی ہیں یادوں کی چتائیں
پکارا ہے ہمیں اس نے وہیں سے

❋❋❋

⌘

آوارگیِ رنگ ہے خوابوں کی طرح ہے
وہ شخص، شفق زار گلابوں کی طرح ہے

ہر موڑ پہ ملتے ہیں بچھڑ جاتے ہیں پیارے
ہستی کی ہر اک موج، حبابوں کی طرح ہے

صحرا میں ہر اک لمحہ چمکتا ہے مسلسل
احساسِ سفر جیسے سرابوں کی طرح ہے

اس دور میں چہروں پہ لکھے رہتے ہیں حالات
ہر شخص یہاں جیسے کتابوں کی طرح ہے

تجدیدِ محبّت کی تراشیدہ کہانی
ہر دور میں روحوں کے نصابوں کی طرح ہے

❋❋❋

⌘

حسنِ تکمیلِ تمنا ہے صبا ہو جانا
شہرِ درشہر ہر اک دل کی رِدا ہو جانا

پاس آ آ کے ہر اک لمحہ بچھڑنا تیرا
جیسے خوشبو کا رگِ گُل سے جدا ہو جانا

اس طرح ٹوٹ کے برسے ہیں گرجتے بادل
جیسے جاگی ہوئی آنکھوں کی صدا ہو جانا

زندگی تو نے کئی رنگ بھرے ہیں پیہم
زلفِ شب رنگ کبھی رنگِ حنا ہو جانا

⌘

یہ شبِ تار ڈھلے گی لوگو
روشنی ہم سے ملے گی لوگو

جاگنا اپنا مقدّر ٹھہرا
اب کہاں آنکھ لگے گی لوگو

کسمائیں گی، جلیں گی آنکھیں
جب کبھی رات ڈھلے گی لوگو

درد کی لہر چلے گی پیہم
چاند کی جوت جلے گی لوگو

چمپئی چاند سی صورت اکثر
پردۂ شب میں ملے گی لوگو

❋❋❋

⌘

صبح آئی تو صدا آئی، دریچے کھولو
زلفِ شب گوں کی گھٹا چھائی، دریچے کھولو

صبح کے دوش پہ اٹھلاتی ہوئی بادِ صبا
خوشبوئے زلف اڑا لائی، دریچے کھولو

اپنے ہی خواب میں کھوئے ہوئے لوگو، جاگو
اک نئی صبح نظر آئی، دریچے کھولو

جاگ جاؤ کہ دمکتے ہوئے سورج سے کبھی
ہو ہی جائے گی شناسائی دریچے کھولو

رات بھر چاند، ستاروں نے کہا ہے مجھ سے
منزلیں لیتی ہیں انگڑائی، دریچے کھولو

ہر طرف آگ کا طوفاں نظر آیا عشرتؔ
جب گلستاں سے صدا آئی، دریچے کھولو

❊❊❊

⌘

راستے گُم ہوئے دُھندلا گئے سائے جیسے
شہر در شہر کوئی خاک اڑائے جیسے

دف بجاتی ہے سرِ شام ہوا جنگل میں،
برگِ گُل رقص کرے گیت سنائے جیسے

پھر وہی موڑ ہے بچھڑی تھی جہاں شامِ وصال
پھر وہی دستِ صبا کوئی بلائے جیسے

پھیل جاتا ہے نگاہوں میں وفا کا کاجل
سرمئی شام کوئی یاد دلائے جیسے

پھر گلابوں کی مہک پھر وہی صندل خوشبو!
عنبریں رات کہیں زلف اڑائے جیسے

چاند نکلا تو مہکنے لگے شب کے گجرے
زلفِ شب گوں میں کوئی پھول سجائے جیسے

لڑکھڑاتے ہیں تڑپ جاتے ہیں لمحے پیہم
کوئی زنجیر شبِ غم کی ہلائے جیسے!

ہم نے چاہا ہے اسے شب کے اجالوں کی طرح
صبحِ ظلمات کوئی دیپ جلائے جیسے

بجھ گئے رنگِ حنا، لُٹ گئی شب کی محفل
دور تا حدِّ نظر اونگھتے، سائے جیسے!

یوں ہر اک لمحے پہ رہ رہ یہ گماں ہوتا ہے
آپ آئے ہیں یہاں آپ نہ آئے جیسے!

روح انفاس کی خوشبو سے مہک جاتی ہے
مرمریں جسم کوئی پھول کھلائے جیسے

جھلملاتے رہے جلتے رہے یادوں کے چراغ
پاس آتے رہے جاتے رہے سائے جیسے

اس طرح دل کو امیدوں نے جگایا عشرتؔ
کوئی بچّہ کبھی سوتے میں جگائے جیسے

❄❄❄

⌘

کوئی خلقت نہ رہے' کوئی تماشا نہ رہے
ایک دیوار گرے اور یہ پردہ نہ رہے

ہم بھکاری ہیں جنہیں تیری محبّت نہ ملی
وہ تو پتھر ہیں جنہیں تیری تمنّا نہ رہے

کوئی زنجیر ہلائے' کوئی پتّھر پھینکے
ورنہ ممکن ہے یہاں شہر میں ہم سا نہ رہے

جب بھی رُک جاؤں فضاؤں میں بگولے ناچیں
لڑ کھڑاؤں تو کہیں دھوپ میں سایہ نہ رہے

اور کچھ دیر چمکتا رہے سورج عشرتؔ
ظلمت شب کا یہاں کوئی بھی ڈیرا نہ رہے

❊❊❊

⌘

لوگ رہتے ہیں اجنبی، تنہا
ہو گئی جیسے زندگی تنہا

شمعِ عارض کو ضوفشاں کر دو
کیا کرے گی یہ چاندنی تنہا

ہم سے روشن ہے مشعلِ عالم
ہم ہیں عالم کی روشنی تنہا

آ گئی نیند، سو گئے سب ہی
رہ گئی شب کی خامشی تنہا

جاگنے والے جاگتے ہی رہے
سو گئی نیند کی پری تنہا

ہوگئیں بند کھڑکیاں دل کی
سونی ہے ہر گلی تنہا

اپنی منزل پہ ہے رواں عشرتؔ
میرا فن، میری شاعری تنہا

❋❋❋

⌘

شبنمی خواب نگاہوں میں سجا دیتا ہے
چاند گزری ہوئی راتوں کا پتہ دیتا ہے

جو بھی آتا ہے ہواؤں کو صدا دیتا ہے
شہر کے سارے چراغوں کو بجھا دیتا ہے

موجِ غم آ کے مرے سر سے گزر جاتی ہے
وقت بپھرے ہوئے طوفاں کو سُلا دیتا ہے

وقت کی شاخ سے ٹوٹا ہوا زخمی پتا
کتنی گُم گشتہ بہاروں کا پتہ دیتا ہے

قریۂ جاں میں سکوں دیتے ہیں گزرے لمحے
کوئی، زنجیر شبِ غم کی ہلا دیتا ہے

اس کی تحریر فضاؤں میں بکھر جاتی ہے
جو مرے دل کی کتابوں کو چھپا دیتا ہے

شام ہوتے ہی سلگتی ہیں ہزاروں یادیں
کوئی بجھتے ہوئے شعلوں کو ہوا دیتا ہے

❁❁❁

⌘

موسمِ زرنگار آوارہ
کاروانِ بہار آوارہ

شاخ در شاخ پھول شرمائے
ہو گئی ہے بہار آوارہ

شہر در شہر یوں بھٹکتا ہوں
جیسے ہو تیرا پیار آوارہ

یوں سرِ راہ ایک پھول کِھلا
جیسے اک شاہکار آوارہ

اس طرح دیس دیس پھرتے ہیں
جیسے ابرِ بہار آوارہ

❊❊❊

⌘

ہر گھڑی تجھ کو ملی تیرے حوالے جیسے
ہم ہی لکھتے رہے لمحوں کی قبا لے جیسے

دشتِ امکاں میں کوئی راہ نہ پائی ہم نے
وقت بُنتا رہا تقدیر کے جالے جیسے

جو صدا آتی ہے ٹکرا کے پلٹ جاتی ہے
ذہن پہ لگ گئے حالات کے تالے جیسے

چاند چپکے سے اتر آتا ہے آنگن آنگن
دلِ ویراں میں بکھر جاتے ہیں لالے جیسے

اس طرح دور تلک چادر شب رنگ بچی
جشنِ مہتاب کئی رنگ اچھالے جیسے

جُز دیئے شہر میں یادوں کے ستارے تو نے
شامِ گلرنگ ہوئی تیرے حوالے جیسے

شبنمی رات سنور جاتی ہے قطرہ قطرہ
کوئی پلکوں پہ ہر اک رات سجالے جیسے

شَل ہوئی جاتی ہیں احساس کی نبضیں پیہم
حاصلِ عمر رواں برف کے گالے جیسے

میں نے اس طرح تجھے پیار کیا ہے جاناں
دشتِ غربت میں کوئی تاج بنا لے جیسے

دُرِّ شہوار بنی جاتی ہیں راتیں عشرت
موج دَر موج کوئی صبح کھنگالے جیسے

***

⌘

آگ لگتی ہے سرِ شام یہ منظر دیکھو
کتنی خوش رنگ ہے اِس شہر کی چادر دیکھو

نقشِ بر آب لیئے راہ میں پتھّر دیکھو
کتنے پُر شور ارادے ہیں، سمندر دیکھو

پھر درِ دل پہ کسی یاد نے دستک دی ہے
جگمگاتی ہے ہر اک شام، یہ گھر گھر دیکھو

کیسے بیتے ہیں مہ و سال ' وہ صدیاں بیتیں
ڈوبتی شام کی آنکھوں میں اتر کر دیکھو

اپنے سب رنگ خیالوں میں سجاؤ، سورج
وقت کی چھاؤں میں ترشے ہوئے پیکر دیکھو

شام کی سیج پہ تاروں کو سلاؤ عشرتؔ
رات جاگے تو کسی صبح کا منظر دیکھو

❋❋❋

بدلتے موسموں کے نقش و پیکر جاگ جاتے ہیں
جہاں پہ کھو گئے ہم تم وہ منظر جاگ جاتے ہیں

گزرتی ساعتوں کے سارے منظر جاگ جاتے ہیں
کئی چہرے مری آنکھوں کے اندر جاگ جاتے ہیں

کبھی آنکھوں کی ویرانی میں دریا رقص کرتے ہیں
کبھی یادوں کے سنگم پر سمندر جاگ جاتے ہیں

تمنّاؤں کی شادابی سے اکثر خوف آتا ہے
ہَوائیں سر سراتی ہیں تو خنجر جاگ جاتے ہیں

حِنا آلود زخموں کی کسک سے نیند آتی ہے
مگر آنکھوں میں کچھ جگنو اتر کر جاگ جاتے ہیں

ہمارے راستے میں ہر طرف تپتی چٹانیں ہیں!
قدم اٹھتے ہی عشرتؔ سارے پتھّر جاگ جاتے ہیں

❊❊❊

⌘

بارش ہوئی تو شہر کے تالاب بھر گئے
کچھ لوگ ڈوبتے ہوئے ڈھل کر نکھر گئے

سورج چمک اٹھا تو نگاہیں بھٹک گئیں
آئی جو صبح نو تو بصارت سے ڈر گئے

دریا بپھر گئے تو سمندر سے جا ملے
ڈوبے جو ان کے ساتھ کنارے کدھر گئے

دلہن کی سرخ مانگ سے افشاں جو گر گئی
لمحوں کی شوخ جھیل میں تارے بکھر گئے

پھر دشتِ انتظار میں کھلنے لگے کنول
پلکوں سے جھانکتے ہوئے لمحے سنور گئے

بجھتے ہوئے چراغ ہتھیلی پہ جل گئے
جھونکے تمہاری یاد کے دل میں اتر گئے

سوچا تمہیں تو درد کی صدیاں پگھل گئیں
دیکھا تمہیں تو وقت کے دریا ٹھہر گئے

تم تو بھری بہار میں کھلتے رہے مگر
ہم زخمِ کائنات تھے کانٹوں سے بھر گئے

عشرتِ شبِ نشاط کے جگنو لئے ہوئے
ہم جشنِ زر نگار میں پریوں کے گھر گئے

❊❊❊

⌘

ڈھونڈو گے مگر پیار کی ڈالی نہ ملے گی
اب تم کو کوئی چاہنے والی نہ ملے گی

کھڑکی نہ کھلے گی، کوئی جالی نہ ملے گی
یہ رات کبھی درد سے خالی نہ ملے گی

چُھپ جائے گا احساس کا جاگا ہُوا سورج
آنکھوں میں کسی صبح کی لالی نہ ملے گی

ہر سمت نظر آئے گی تصویرِ تمنا
دیوار یہاں کوئی بھی خالی نہ ملے گی

اُس موڑ پہ ابھرے گی ہر اک عہد کی مشعل
جِس موڑ پہ یہ صبح سوالی نہ ملے گی

خوناب امیدوں کو یہاں زہر ملے گا
شبنم کی چھلکتی ہوئی پیالی نہ ملے گی

❋❋❋

⌘

تری جستجو بھی عجیب تھی کہ جنوں کی حد سے گزر گیا
کبھی دار پر وہ سجا رہا کبھی گر کے خود ہی بکھر گیا

شبِ تار میری اداس ہے کہ کرن کرن کی تلاش ہے
کسی شہر میں کسی موڑ پر مرا چاند جانے کدھر گیا

مجھے رت جگوں نے سنوار کر مرے جگنوؤں کو جگا دیا
کسی شاخ پر تو دِیئے جلے کوئی راستہ تو نکھر گیا

کوئی موجِ شب جو بچھڑ گئی تو چراغ جیسے اجڑ گئے
جسے روشنی کی تلاش تھی تہہِ آب جا کے بکھر گیا

کوئی بادباں بھی نہ کھل سکا کہ سفر ہی جیسے فریب تھا
کبھی موج ہم سے الجھ پڑی کبھی ساتھ ساتھ بھنور گیا

❋❋❋

⌘

چاند اپنی وسعتوں میں گُم شدہ رہ جائے گا
ہم نہ ہوں گے تو کہاں کوئی دِیا رہ جائے گا

رفتہ رفتہ ذہن کے سب قمقمے بجھ جائیں گے
اور اک اندھے نگر کا راستہ رہ جائے گا

تتلیوں کے ساتھ ہی پاگل ہَوا کھو جائے گی
پتّیوں کی اوٹ میں کوئی چھپا رہ جائے گا

زرد پتّوں کی طرح اک دن بکھر جائے گا تو
جا چکے موسم کو تنہا سوچتا رہ جائے گا

شہر ویراں میں ہزاروں خواب لے کر اک دِیا
زد پہ طوفانوں کی ہو گا اور جلا رہ جائے گا

ڈوبتے تاروں کی صورت کچھ لکیریں چھوڑ کر
میرے ہونے اور نہ ہونے کا پتا رہ جائے گا

وقت کے طوفاں میں عشرتؔ اس کی یادوں کا دِیا
بجھ نہ پائے گا کبھی تنہا جلا رہ جائے گا

آندھیاں کر دیں گی گل عشرتؔ فصیلوں کے چراغ
اک دِیا لیکن تمنّا کا جلا رہ جائے گا

❋❋❋

⌘

کوئی پھول سوکھا ہُوا دے گئی
وہ لڑکی ہمیں اور کیا دے گئی

بچھڑنے کا کوئی بھی موسم نہ تھا
مگر یہ جوانی دغا دے گئی

ارادوں کے سورج بھی گُل ہو گئے
تری یاد پاگل ہَوا دے گئی

کسی چاند کا آسرا بھی نہیں
شبِ تار کیا سلسلہ دے گئی

❋❋❋

⌘

پرندوں سے جہاں خالی نہیں ہے
یہ نیلا آسماں خالی نہیں ہے

ہزاروں نقش چہرے پر بنے ہیں
شعورِ جسم و جاں خالی نہیں ہے

شکستہ کھڑکیاں جاگی ہوئی ہیں
مکاں اندر مکاں خالی نہیں ہے

کوئی گُم گشتہ ساعت تو ملی ہے
کہ شہرِ داستاں خالی نہیں ہے

کبھی اشکوں کی کمیابی بہت ہے
کبھی یہ آسماں خالی نہیں ہے

ہزاروں تند طوفاں چھپ گئے ہیں
کوئی موجِ رواں خالی نہیں ہے

تمہارے نام کی تختی لگی ہے
مرے دل کا مکاں خالی نہیں ہے

مچلتی آرزوئیں بس گئی ہیں!
یہ در یہ سائباں خالی نہیں ہے

سفر میں ہجرتوں کے دکھ سلامت
کوئی لمحہ یہاں خالی نہیں ہے

❄❄❄

⌘

ڈھلنے لگی ہے رات ستارہ سفر میں ہے
اب عرصۂ حیات مری رہ گزر میں ہے

شاید کہ جاگ جائے کسی عہد کا بشر!
مبہم سا ایک خواب ہماری نظر میں ہے

اک نقشِ لازوال ہے لمحوں کے ساتھ ساتھ
وہ پیکرِ جمال تلاشِ سحر میں ہے

رہ رہ کے کانپتی ہے افق پہ شعاعِ نو
اک دردِ ناتمام ستاروں کے گھر میں ہے

شاید تمہارے بعد پلٹ کر نہ آسکے!
وہ آخری نگاہ جو اب تک بھنور میں ہے

موجوں کے ہمرکاب سرِ شام نم ہوئی
وہ روشنی کی موج جو قلب و نظر میں ہے

❄❄❄

⌘

کوئی چہرہ کوئی منظر نہیں ہے
وہ کھڑکی اب نہیں وہ دَر نہیں ہے

ہر اک چادر سرکتی جا رہی ہے
ہمارے گھر میں اب بستر نہیں ہے

سبھی بے گھر ہیں لیکن مطمئن ہیں
کہ لٹنے کا انہیں اب ڈر نہیں ہے

ہر اک تصویر دھندلی ہو گئی ہے
کوئی منظر پسِ منظر نہیں ہے

اُڑے جاتے ہیں سب زخمی پرندے
کسی بھی شاخ پر اب گھر نہیں ہے

عجب بے نام ویرانی ہے عشرتؔ
کوئی اندر کوئی باہر نہیں ہے

❋❋❋

⌘

متاعِ درد کی سوغات لے گیا کوئی
چھپا کے مجھ سے مری رات لے گیا کوئی

خموشیوں کے سمندر سے چاند ابھرے گا
جو لب پہ آ نہ سکی بات لے گیا کوئی

میں دیکھتا ہی رہا آنسوؤں کی ہجرت کو
میں سوچتا رہا برسات لے گیا کوئی

نہ کوئی زخمِ تمنّا نہ جشنِ محرومی
یہ کس طرح مری بارات لے گیا کوئی

جو ایک درد کی جھولی تھی وہ بھی خالی ہے
تمام عمر کی خیرات لے گیا کوئی

کوئی کرن ہے جو رہ رہ کے جھانکتی ہے ابھی
ستارے ڈوب گئے رات لے گیا کوئی

❋❋❋

⌘

چاند رہتا تھا یہاں اب کیا رہا
شہرِ دل تنہا نہ تھا تنہا رہا

زینہ زینہ خواب لہراتے رہے
صبح تک آنکھوں میں اک چہرہ رہا

رفتہ رفتہ بجھ گئیں سب مشعلیں
اس کی یادوں کا دیا جلتا رہا

خشک آنکھوں میں سمندر سو گئے
بند کمروں میں کوئی روتا رہا

آخرِ شب سو گئیں تنہائیاں
درد کا رشتہ یہاں تنہا رہا

آنے والی ساعتیں پتھرا گئیں
"دیر تک محفل میں سناٹا رہا"

❊❊❊

⌘

پلک جھپکتے ہی منظر عجیب لگتا ہے
سفر تمام ہُوا گھر عجیب لگتا ہے

خموش ہو تو سمندر عجیب لگتا ہے
وہ شخص دل میں اتر کر عجیب لگتا ہے

کسی بھی جھیل میں پتھّر گرے کوئی جاگے
سکوتِ شہر کا منظر عجیب لگتا ہے

ہزار سلوٹیں عمرِ رواں نے ڈالی ہیں
یہ کاٹتا ہوا بستر عجیب لگتا ہے

تراشتی ہوئی نظروں سے دیکھنے والو
نکھر کے راہ کا پتّھر عجیب لگتا ہے

چراغ لے کے تہہِ آب اس کو کیا دیکھیں
وہ شب چراغ تو چُھپ کر عجیب لگتا ہے

ابھی تو شام کسی شہر میں ڈھلی بھی نہیں
ابھی سے رات کا منظر عجیب لگتا ہے

ابھی تو مشعلِ جاں لے کے ہم نہیں آئے
ابھی سے رات کا لشکر عجیب لگتا ہے

بچھڑ گئی ہے کوئی نور کی کرن عشرتؔ
کہ روشنی میں ہر اک گھر عجیب لگتا ہے

❊❊❊

⌘

تنہا اور بے آب رہا، اِک دریا میرے ساتھ رہا
اِن آنکھوں میں سیلاب رہا، اِک دریا میرے ساتھ رہا

جب وہم وگماں کے ساحل پر احساس کی نبضیں ڈوب گئیں
آغازِ سفر پایاب رہا اِک دریا میرے ساتھ رہا

گمنام شکستہ کمروں میں کچھ کھوئے ہوئے صفحات ملے
اک صفحۂ جاں نایاب رہا اک دریا میرے ساتھ رہا

ہر چہرہ چہرۂ جاناں تھا، ہر لمحہ لمحۂ حیراں تھا
جب عکسِ شب غم خواب رہا اک دریا میرے ساتھ رہا

جب کشتیٔ جاں غرقاب ہوئی طوفانِ بلا ساحل ساحل
بے چین رہا بیتاب رہا اک دریا میرے ساتھ رہا

سوکھی بنجر دھرتی پر جو پھول کھلایا تھا ہم نے
سر سبز رہا شاداب رہا اک دریا میرے ساتھ رہا

احساسِ شبِ غم ختم ہوا آفاق پہ کرنیں پھیل گئیں
ہمراہ کوئی مہتاب رہا اک دریا میرے ساتھ رہا

❊❊❊

⌘

مقامِ دار و رسن سے گزر گئے وہ لوگ
حیات ساتھ گئی ہے جدھر گئے وہ لوگ

قدم اٹھاؤں تو دل میں شفق سی کِھل جائے
رہِ وفا میں عجب رنگ بھر گئے وہ لوگ

غمِ زمانہ کے طوفاں میں مل گئے تھے مگر
مثالِ زلف پریشاں بکھر گئے وہ لوگ

بس ایک پل کو ملے پھر بچھڑ گئے کیسے
ابھی ابھی تو یہیں تھے کدھر گئے وہ لوگ

تھپک تھپک کے سلایا ہے جن کو دنیا نے
سمجھ رہا ہے زمانہ کہ مر گئے وہ لوگ

وہ غمگسار تھے محفل کی جان تھے عشرت
کچھ اہلِ دل کو پتہ ہے۔ کدھر گئے وہ لوگ

❄❄❄

⌘

ہر گھڑی گمنام لمحوں نے جگایا دیکھنا
یہ قدم آوارگی نے کیا دکھایا دیکھنا

دیر تک جلتے رہے دشتِ تمنّا میں چراغ
ذرّے ذرّے میں درخشاں کون آیا دیکھنا

بے یقیں صدیوں کی تعبیریں لئے جاگا کرو
کھڑکیوں سے جھانکتے خوابوں کا سایہ دیکھنا

تیرگی میں دیر تک آوازِ شب آتی رہی
صبح تک بجھتے دیئے نے کیوں جگایا دیکھنا

آخرِ شب چاند نے چپکے سے کیا کچھ کہہ دیا
پَو پھٹے سورج کا چہرہ مسکرایا دیکھنا

کس نے توڑی ہیں درختوں کی ہزاروں پتّیاں
جبر کے سائے تلے وحشت کا سایہ دیکھنا

قطرہ قطرہ ڈوبتی ہے زہر بن کر زندگی
لمحہ لمحہ ڈَس رہی ہے موجِ دریا دیکھنا

کاسۂ دل میں ہزاروں مشعلیں تھامے ہوئے
خوں فشاں لمحوں نے دھرتی کو سجایا دیکھنا

رات کے پچھلے پہر زنداں میں ہم مصلوب ہیں
صبح کے ماتھے پہ یارو کل کا سایہ دیکھنا

❄❄❄

⌘

مشعلِ شب جلا گیا جگنو
آگ دل میں لگا گیا جگنو

تیری یادوں کی روشنی لے کر
اک دِیا پھر جلا گیا جگنو

پھر تری یاد مسکرانے لگی
پھر کہیں جگمگا گیا جگنو

شاخِ گل سے تمہاری زلفوں تک
جگمگاتا چلا گیا جگنو

دیر تک دل میں روشنی سی رہی
جب کبھی یاد آگیا جگنو

جگمگاتی ہیں منزلیں عشرتؔ
آئنہ سا دکھا گیا جگنو

❊❊❊

⌘

ڈوبتے ستاروں نے صبح کو سنبھالا ہے
"آدمی کی نظروں میں اک نیا اجالا ہے"

گمشدہ جزیروں میں رات ڈھلنے والی ہے
کشتیوں کے سینے پر روشنی کا ہالا ہے

آگ سی بھڑکتی ہے، ذہن جگمگاتے ہیں
نسلِ نو کے پہلو میں دل دھڑکنے والا ہے

سرمئی نگاہوں میں گُل فشاں سویرے ہیں
نکہتوں کی بارش ہے دور تک اجالا ہے

رفتہ رفتہ پلکوں پہ دیپ بجھتے جاتے ہیں
شبنمی نگاہوں میں آنسوؤں کی مالا ہے

دار تک تو آئے ہیں سرخیوں کے سائے ہیں
آج دل فروزاں ہیں آج کیا اجالا ہے

❊❊❊

⌘

نہ کھلی دل کی کلی موسمِ گُل میں یارو
آج پھر شام ڈھلی موسمِ گُل میں یارو

آج پھر درد بڑھا غم کی ہَوا تیز ہوئی
آج پھر آگ لگی موسمِ گُل میں یارو

اس طرح یاد کی آغوش سے موتی ٹپکے
جیسے اشکوں کی لڑی موسمِ گُل میں یارو

رُت جو بدلی ہے تو حالات کے تیور بدلے
مسکراتے ہیں سب ہی موسمِ گُل میں یارو

جو مرے پاس بھی رہتا ہے مگر دور بھی ہے
مل ہی جائے گا کبھی موسمِ گُل میں یارو

مسکراتے ہوئے وہ عارض و لب یاد آئے
جب کلی کوئی کھلی موسمِ گُل میں یارو

شہرِ گل، شہرِ طرب، شہرِ نگاراں کیا ہے
دیکھ لو اُس کی گلی موسمِ گُل میں یارو

رقص کرتی ہوئی ہر چیز نظر آتی ہے
مل گئی لال پری موسمِ گُل میں یارو

ساغرِ گُل سے مہکنے لگا میخانۂ دل
بڑھ گئی تشنہ لبی موسمِ گُل میں یارو

❋❋❋

49113
10/2/05
LIBRARY

⌘

نہ مہر و ماہ میں دیکھا نہ چاند رات میں ہے
وہ روشنی جو فروزاں تمہاری ذات میں ہے

یہ پوچھتے ہیں ستارے کہ میرے ساتھ ہے کون
یہ کون اشک بداماں مری برات میں ہے

طلوع ہوتا ہے سورج تمہارے چہرے سے
نویدِ صبحِ درخشاں تمہاری ذات میں ہے

یہ بات کیا ہے کہ ہاں اور نہیں مسلسل ہے
یقین و وہم و گماں ساری کائنات میں ہے

جو میں نہیں تو عدم اور وجود بے معنی
" اگر میں ہوں تو پذیرائی ممکنات میں ہے"

گلِ شگفتہ کی صورت افق پہ کھلتا ہے
فشارِ درد ہر اک لمحہ کائنات میں ہے

❄❄❄

⌘

گھنے اداس جنگلوں میں سر جھکا کے سوگئے
ہر ایک شاخ پر ہَوا ہمیں بُلا کے سوگئے

کھلی کھلی سی کھڑکیوں سے رات جھانکتی رہی
نہ آئے تم تو چاند سے نظر ملا کے سوگئے

کبھی کبھی تو تیرگی کا دل دھڑک کے رہ گیا
کہیں کہیں کوئی کرن جو جھلملا کے سوگئی

لہو لہو ہے زخمِ دل یہ شب بہت طویل ہے
سحر تو آئی تھی مگر نظر بچا کے سوگئی

کوئی تو مسکرائے اب کوئی چراغ تو جلے
وہ اجنبی سی چاندنی تو منہ چھپا کے سوگئی

قدم قدم پہ زندگی یہ سوچتی ہی رہ گئی
وہ روشنی کہاں گئی جو مسکرا کے سو گئی

❋❋❋

⌘

شعورِ فکر و نظر آگہی کا پرچم ہے
یقینِ عزم و عمل بے خودی کا پرچم ہے

دھواں دھواں ہے نظر جسم و جان تپتے ہیں
سلگ رہی ہے فضا بے کلی کا پرچم ہے

ابھی مہیب اندھیروں کی حکمرانی ہے
قدم قدم پہ یہاں تیرگی کا پرچم ہے

ہر ایک لمحہ یہاں پتھروں میں بستا ہے
حصارِ وقت سے آگے خوشی کا پرچم ہے

یہ اور بات ہے انسانیت سسکتی ہے
بہت بلند مگر زندگی کا پرچم ہے

امیرِ شہر نے پہرے بٹھادیئے پھر بھی
یقیں کی وسعتِ پیہم تگلی کا پرچم ہے

عجب طلسمِ تماشا ہے یہ گھڑی یارو
کہ شب چراغ پُر افشاں پری کا پرچم ہے

جو رُک سکے تو ابھی قافلے کو روک بھی لو
ابھی سکوں ہے، ابھی شانتی کا پرچم ہے

وہ ہم نہیں کہ جو بک جائیں دشتِ غربت میں
بہت عزیز ہمیں شانتی کا پرچم ہے

مرے ندیم مرے حوصلوں کی بات نہ کر
غبارِ راہ مری زندگی .کا پرچم ہے

اٹھو اٹھو کہ نئی صبح مسکراتی ہے
افق سے تا بہ افق روشنی کا پرچم ہے

چلو چلو کہ چمن کی حسیں فضاؤں میں
ترانہ یار نئی زندگی کلا پرچم ہے

نظر نظر میں سنورتی ہیں صبح کی کرنیں
پلک پلک پہ ابھی تازگی کا پرچم ہے

چمن چمن میں تمہیں ڈھونڈھتا ہوں آوارہ
کلی کلی میں ابھی بے کلی کا پرچم ہے

ستارہ بار فضاؤں میں لہلہاتا ہُوا
تمہارا جسم نہیں، چاندنی کا پرچم ہے

لپک لپک کے فضاؤں میں گنگناتا ہوا
یہ آبشار نہیں، راگنی کا پرچم ہے

یہ جُلترنگ صدائیں یہ نغمہ بار فضا
ربابِ شام پہ رقصاں خوشی کا پرچم ہے

نگارِ شب ہے تلاشِ سحر میں آوارہ
کہ اس پہ سایہ فگن تیرگی کا پرچم ہے

افق کے پار ستاروں کی چھاؤں میں عشرتؔ
نظر نواز مری شاعری کا پرچم ہے

❊❊❊

⌘

بچھڑ کے ہم سے ملنا چاہتی ہے
محبّت اور کیا کیا چاہتی ہے

کسی صحرائے وحشت میں اتر کر
محبّت خود سمٹنا چاہتی ہے

جسے سورج نے جھلسایا ہے برسوں
وہی کونپل پنپنا چاہتی ہے

کوئی موجِ بلا ہے اور تنہا
سمندر کو نگلنا چاہتی ہے

جھلتے سورجوں کی بھٹّیوں میں
ہر اک ساعت پگھلنا چاہتی ہے

کوئی زخمی پرندہ مر رہا ہے! !
بصارت منہ چھپانا چاہتی ہے

سمندر شب اترنے کو ہے عشرتؔ
یہ بستی ڈوب جانا چاہتی ہے

❋❋❋

⌘

بقدرِ شوق کوئی شہرِ دل بسایا ہے
مِلا ہی کیا ہے بنایا تو کیا بنایا ہے

دھواں دھواں سا ہے سورج کی زرد کرنوں سے
زمین تپتی ہے چہروں پہ ابر چھایا ہے

گئے دنوں کی صدا شہر میں بھٹکتی ہے
یہیں وہ لمحۂ جاں ہے جسے گنوایا ہے

گلاب شام لئے موسموں کی چاہت میں
ہَوا نے رنگ بکھیرے ہیں کوئی آیا ہے

بسا رہے ہو نئی بستیاں ستاروں پر
مگر وہ اشک جو آنکھوں میں آج آیا ہے

بساطِ دل پہ کئی چاند بجھ گئے لیکن
بس ایک قطرۂ خوں ہے جو جگمگایا ہے

یہ خامشی یہ ستارے یہ کھڑکیاں شب کی
بہت قریب کسی آرزو کا سایہ ہے

حدودِ وقت نے سورج تراش کر عشرتؔ
درِ افق پہ کسی صبح کو بلایا ہے

❊❊❊

⌘

ہم گنہگار سرِ دار چلے آئے ہیں
تیری زلفوں کے گرفتار چلے آئے ہیں

کتنی خوں رنگ بہاروں سے چمن ہے روشن
دل کے رِستے ہوئے شہکار چلے آئے ہیں

چاند پھر ڈوب گیا درد کی کلیاں مہکیں
اہلِ دل سُوئے چمن زار چلے آئے ہیں

اُن کی آغوش میں رقصاں ہیں ستاروں کے ہجوم
لے کے جو مشعلِ رخسار چلے آئے ہیں

کوئی عارض کوئی جگنو کوئی تارا چمکا
مسکراتے ہوئے اشعار چلے آئے ہیں

❊❊❊

⌘

کبھی تو پاس مرے آ، مجھے بُلا لے جا
کسی بھی شہرِ تمنّا میں اے ہَوا لے جا

میں چل رہا ہوں مگر کوئی نقشِ پا بھی نہیں
میں تھک گیا ہوں مجھے دور کی صدا لے جا

نگل نہ جائیں کہیں روشنی کے دیوانے
شعورِ صبح کے سورج مجھے چُھپا لے جا

ہَوا کی زد پہ چراغوں کا اعتبار نہ کر
جو خونِ دل سے نکھر جائے وہ دِیا لے جا

خود اپنی ذات کے اس بے کراں اندھیرے میں
ستارہ بار چراغوں کا سلسلہ لے جا

کسی سے درد کے لمحوں میں کوئی پھول نہ لے
کسی کلی کو جگا، مسکرا، کِھلا لے جا

کوئی بھی چاند ہو خوشبو ہو کوئی پیارا ہو
کسی کو دل میں بسا، مسکرا، اٹھا لے جا

کسی دریچے سے پردہ اٹھا کے دیکھ تو لے
کسی گلی میں کبھی پاس آ، بلا لے جا

درِ افق پہ کہیں تیرگی کی سازش ہے
جو بجھ سکے نہ کبھی وہ دِیا جلا لے جا

حصارِ وقت سے آگے نکل گئی تتلی
پروں کے رنگ لئے شہر کی صدا لے جا

دِلا دِلا کے چراغوں کا آسرا مت جا
ہمیں بھی ساتھ ہی اپنے شبِ بَلا لے جا

ہم ہی پہ ختم ہوئی شامِ جستجو عشرت
امیدِ دید کے سورج ہمیں اٹھا لے جا

❊❊❊

⌘

ترے بغیر فضاؤں میں کیسے بکھرے گا
کہاں سے آیا ہے بادل کہاں پہ ٹھہرے گا

سلگتی جاگتی آنکھوں سے ابر برسیں گے
خیال و خواب کی راہوں سے کوئی گزرے گا

یہ روشنی کا پرندہ جو اُڑتا رہتا ہے
ہمارے عہد کے آنگن میں آ کے اترے گا

کبھی تو صبحِ گُل افشاں ہمیں بھی دیکھے گی
کہ شب کا آخری تارا یہاں سے گزرے گا

ہر ایک بند دریچے سے صبح جھانکے گی
شبِ سیاہ کے سینے میں کوئی اترے گا

جو گمشدہ ہے تہہِ آب بھی نہیں عشرتؔ
ہمیں یقین ہے اک روز وہ بھی ابھرے گا

❊❊❊

⌘

مرا ذوقِ سفر کیا ختم ہو گا
یہ رستہ پُر خطر کیا ختم ہو گا

ہزاروں ہجرتیں باقی ہیں اب بھی
پرندوں کا سفر کیا ختم ہو گا

نئی کونپل سے جھانکیں گی بہاریں
یہ بوسیدہ شجر کیا ختم ہو گا

سُلگنے کو ہے اب زخمِ تمنّا
چراغِ رہ گزر کیا ختم ہو گا

کہانی ختم ہو جائے گی اک دن
یہ دروازہ یہ گھر کیا ختم ہو گا

یوں ہی یہ جوئے خوں بہتی رہے گی
مگر دردِ ہنر کیا ختم ہو گا

❊❊❊

⌘

ڈھل گئی رات کئی بار ستارے چمکے
آخرِ شب نہ کھلے پھول ہمارے دل کے

رات آئی تو بھڑکنے لگے یادوں کے چراغ
صبح جاگی تو فضاؤں میں شرارے لپکے

کس طرح کوئی کرے زخمِ تمنّا کا علاج
شہر در شہر کسی یاد کا جھونکا مہکے

وقت کی جھیل میں ڈوبی ہوئی صبحیں لے کر
کوئی سورج کو جگائے کوئی شعلہ بھڑکے

جب بھی ماضی کی کڑی دھوپ نے دیکھا عشرتؔ
میری ٹوٹی ہوئی دیوار کے سائے دھڑکے

❊❊❊

نظمیں

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم، اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

میں حیرت و حسرت کا مارا، خاموش کھڑا ہوں ساحل پر
دریائے محبت کہتا ہے آ کچھ بھی نہیں پایاب ہیں ہم
(شادؔ عظیم آبادی)

فہرست منظومات

خواب دریچے	93
رقص بہار	95
پتھر	98
نیم شب	99
بیداری	101
کسک	102
نذرانہ	103
شہر در شہر	105
عہدِ تمنا	107
عہد	110
قربت اور دوری	111
فاصلے	113
ہر ایک لمحہ	115
خواب سحر	117
آئینے	119
شہر آرزو	123
اتنا تو کرو	125
دائرے	129
سفر	131
قید	136
یقین وگمان	137
یہ لمحے	139
واپسی	143
ملاقات	146
دستک	147
چراغ اور آئینے	149
موسم	151
دستِ طلب	153
وسعت	155
راکھ	156
کوئی صفحہ کوئی چہرہ	159
وقت کی چھاؤں میں	161
ہزار جگنو ہزار تارے	163
آخری پتا	165
روشنی کا قتل	167
شہر آشوب	172
تعاقب	173
دیوتا	175
ایک پل ایک صدی	177
ہوا کے ساتھ	179
سلسلے	181
نیا جنم	183
کوئی چہرہ تمہارا ہو	186
انوراگ	188

گیت 193 تا 202

جہان آباد

لمحوں کی کلیاں 205
حسین انجم کی نذر 207
نذر سید معراج جامی 210
کاسۂ دل 212
اے جوان خوبرو درد لم 214

انگریزی نظمیں اور تراجم

Lost Together 219
تراجم 221 تا 226
Scattered Moments 227
تراجم 228 تا 233
Candle and Sparks 234
تراجم 236 تا 240
Desertion in Autumn 241
ترجمہ 243
Lamp Post 245
ترجمہ 246
Time and Tide 248
Reincarnation
ترجمہ 249
Shades and Steps 251
ترجمہ 252

عدم آباد

روئے بہار خاک ہوا 257
چاند نگر تنہا ہے 259
تم آؤ گے 260
اب نہ جاؤ گے تم 261
Chains of Agony 263
تراجم 264 تا 267
Moan in the air 268
ترجمہ 269
فردیات 271 تا 272

خواب دریچے

جاگا ہی کیا تنہا گھبرا ہی گیا تنہا
دل ڈوب گیا تنہا روتا ہی رہا تنہا

جو بند ہے صدیوں سے
وہ وقت کی کھڑکی ہے
یادوں کے جزیروں میں
اک چاندی سی بستی ہے
اُس چاندی سی بستی میں
کچھ پھول کھلے پیہم
ہر سمت گلستاں میں
بے چین رہی شبنم
وہ چاندی سی بستی تھی
شعلہ تھی حقیقت بھی
تپتے ہوئے صحرا میں
گُم گشتہ محبت تھی

پھر خواب دریچوں سے
طوفانِ بلا دیکھے
اس چاندی سی بستی میں

کچھ پھول جلے دیکھے
جھلسی ہوئی شاخیں تھیں
اجڑی ہوئی بانہیں تھیں
دم توڑتی راتیں تھیں
رکتی ہوئی سانسیں تھیں
پھر میں نے یہی سوچا
پھر میں نے یہی سمجھا
شاید کہ جدائی میں
شاداب بہاروں کی
گل رنگ نظاروں کی
اشجار پریشاں ہیں
حیران ہیں ویراں ہیں

میں بھی تو پریشاں ہوں
حیران ہوں ویراں ہوں
اب کون سی کھڑکی ہے
میں جس سے یہاں دیکھوں
وہ کون سی بستی ہے
ہر لمحہ جہاں بھٹکوں

❋❋❋

رقصِ بہار

(ایک نظم۔ صبحِ آزادی کے نام)

ترس رہی تھی یہاں زندگی خوشی کے لئے
نگارِ حسن کے جلووں کی دلکشی کے لئے

کلی کلی تھی فسردہ شگفتگی کے لئے
شبِ سیاہ پریشاں تھی چاندنی کے لئے

یہاں بہار گزرتی تھی حسرتیں لے کر
جلو میں اپنے شبِ غم کی ظلمتیں لے کر

خزاں کے روپ میں افسردہ نکہتیں لے کر
خلوصِ مہر و وفا کی شکایتیں لے کر

بہار یورشِ فصل خزاں سے ڈرتی تھی
سہم سہم کے قدم پھونک پھونک رکھتی تھی

اسی چمن سے عروسِ خزاں گزرتی تھی
کلی کے خون سے جس کی قبا سنورتی تھی

روش روش پہ گل و غنچہ کی جگر چاکی
مہیب و ہوش ربا ظلمتوں کی بے باکی

سکوتِ شب میں عجب ہولناک خاموشی
بجھے بجھے سے ستاروں کی وہ سیہ پوشی

مگر وہ دورِ شبِ انتظار بیت گیا
جمالِ صبح اندھیروں سے آج جیت گیا

ستارے شامِ مسرت کے جگمگاتے ہیں
لہک لہک کے بہاروں کے گیت گاتے ہیں

بہار آئی ہے دامن میں شوخیاں لے کر
ادا ادا میں شرربار بجلیاں لے کر

گلِ سمن کا اشارہ ہے چاندنی کی طرف
ہر ایک شاخ لپکتی ہے روشنی کی طرف

جدھر نگاہ اٹھی ہے بہارِ جلوہ ہے
عجیب رنگ میں رقصاں نگارِ جلوہ ہے

ہر ایک سمت کھِلے آج آرزو کے کنول
نظر نظر میں سنورتے ہیں آج شیش محل

عجب ادا سے چھٹے انتظار کے بادل
ٹھہر ٹھہر کے ابھرتی ہے وقت کی مشعل

وہ روشنی کے جزیرے وہ صبح کا آنچل
وہ شب کی مانگ میں افشاں وہ آنکھ میں کاجل

وہ جگنوؤں کی قطاریں وہ چاندنی کے کنول
حسین صبح کے سپنوں میں جیسے شیش محل

جمالِ صبح اندھیروں سے آج جیت گیا
کہ اب وہ دور شبِ انتظار ختم ہُوا

نظر نواز بہاروں کا رقصِ پیہم ہے
افق سے تابہ افق روشنی کا پرچم ہے

❄❄❄

پتھّر

اس کے بعد نہ پتھّر آئے
اور نہ اُن سے بات ہوئی
دن جاگا اور صبح ہوئی،
دھیرے دھیرے رات ہوئی
جاگ رہا ہوں برسوں سے
سوچ رہا ہوں صدیوں سے
شاید کوئی پتھّر آئے
ٹوٹ کے دل کے اندر آئے
سویا جاگا بھاگتا سورج
شاید میرے سَر پر آئے
شاید کوئی چل کر آئے
یا پھر کوئی پتھّر آئے
لیکن اب یہ حالت ہے
ہر لمحہ میں ٹوٹ رہا ہوں
وقت کے بکھرے صحراؤں میں
چھالا بن کر پھوٹ رہا ہوں
دریا دریا بکھرا ہوں میں
قطرہ قطرہ ڈوب رہا ہوں
اب یہ کیسا سکتہ ہے
کتنا ساکت رستہ ہے
شاید میں اک پتھّر ہوں

❄❄❄

نیم شب

اس نے گاگر بھری! وہ چھلکتی رہی
اس نے انگڑائی لی، وہ بھکتی رہی
اس نے آنچل سنوارے ڈھلکتے رہے
اس نے گیسو سوارے بکھرتے رہے
اس نے نظریں بچائیں بھکتی رہیں
اس نے پلکیں گرائیں مچلتی رہیں
میں اسے دیکھتا، دیکھتا رہ گیا
میں اسے سوچتا، سوچتا رہ گیا
دفعتاً"!!

اس کے ماتھے کی بندیا دمکنے لگی
سرخ پھولوں کی مالا مہکنے لگی
اس کے کانوں کا بالا دمکنے لگا
روشنی کے سمندر میں ڈھلنے لگا
سرخ ہونٹوں سے ماحول تپنے لگا
گھپ اندھیرے میں سورج چمکنے لگا
میں اسے دیکھتا' دیکھتا رہ گیا
میں اسے سوچتا' سوچتا رہ گیا
دفعتاً!!
مجھ سے کترا کے وہ دور ہونے لگی
دور ہوتی رہی دور ہوتی رہی
اور میں دیر تک
آنکھ ملتا رہا آنکھ ملتا رہا

❄❄❄

بیداری

وہ رات گئی وہ بات گئی، جذبات کا موسم بیت گیا
پلکوں پہ اداسی چھائی ہے برسات کا موسم بیت گیا

جس شام نے تم کو دیکھا تھا
جس رات نے تم کو چاہا تھا
جس صبح نے تم کو چوما تھا

وہ شام نہیں، وہ رات نہیں، وہ صبح نہیں، وہ بات نہیں
لمحات کے بھیگے موسم میں وہ نغموں کی برسات نہیں
وہ لمحۂ رنگیں ختم ہوا، نغمات کا موسم بیت گیا
پلکوں پہ اداسی چھائی ہے برسات کا موسم بیت گیا
جس خاک نے تم کو جنم دیا اُس خاک پہ بادل برسیں گے
جس دیس کو تم نے اپنایا اُس دیس میں تارے چمکیں گے
جس شام نے تم کو دیکھا تھا وہ شام سہانی آئے گی
جس رات نے تم کو چاہا تھا وہ رات کبھی لہرائے گی
جس صبح نے تم کو چوما تھا وہ صبحِ طرب چھا جائے گی

پھر لمحہ رنگیں آئیں گے حالات کے موسم بدلیں گے
پرنور سویرا آئے گا لمحات کے موسم بدلیں گے

❄❄❄

٤

کسک

یہ چاندنی کسی ویران مقبرے کی طرح
مرے وجود میں رہ رہ کے کسمساتی ہے
میں سانس لیتا ہوں یادوں کی تند موجوں پر
جہاں پہ آخری کشتی بھی ڈوب جاتی ہے

یہ کیسا حبس ہے دل میں غبار سا کیا ہے
ہوائے شام کا جھونکا یہاں نہیں آیا
میں جاگتا ہوں نگاہوں میں کتنے خواب لیے
نہ کوئی پھول ہی مہکا نہ کوئی شرمایا

جو روشنی کا جزیرہ تھا آج ڈوب گیا
کہ شہرِ جاں میں بڑھی تیرگی تو کم نہ ہوئی
شکست اور انا یوں مقابلے پہ رہے
کہ دل تو روتا رہا اور آنکھ نم نہ ہوئی

بہار آئی نہ گُل ہی کھِلے نہ تو آئی
ہر ایک شاخ پہ افسردگی کھِلی ہے فقط
ملے ہیں بند امیدوں کے سارے دروازے
ہر ایک در سے تہی دامنی ملی ہے فقط

❄❄❄

نذرانہ

خوابوں میں اُسی کی صورت ہے آنکھوں میں یہاں وہ مورت ہے
یہ جذبہ کیسا جذبہ ہے اِس جذبے کی کیا قیمت ہے
ہر لحہ وہی روشن آنکھیں ہر لحہ یہاں ساون ساون
ہونٹوں پہ تبسم کی کلیاں پلکوں پہ ستاروں کی چلمن
وہ عارض ولب وہ شوخ نظر گستاخ ہوا بھیکے آنچل!
وہ جانِ تمنا جانِ غزل جیسے کہ ستاروں کی مشعل!
آواز کہیں سے آئی ہے پھولوں کا سندیسہ لائی ہے
ہر سانس یہاں اک نغمہ ہے احساس ابھی شہنائی ہے

اک بستی سی آباد یہاں پُر کیف خیالوں کی بستی!!
شاداب نگاہوں کی بستی رنگین اجالوں کی بستی!!
یہ بستی کیسی بستی ہے یہ لوگ کہاں سے آئے ہیں
کچھ رستے دھول سے لپٹے ہیں کچھ دیواروں پر سائے ہیں
جس خاک سے ہم تم اُبھرے ہیں وہ خاک اگر اکسیر بنے
کچھ بات ہماری بن جائے کچھ خوابوں کو تعبیر ملے!!
وہ خاک اگر اکسیر بنے آکاش سے دھرتی مل جائے
ہر قطرۂ خوں سیلاب بنے ہر بوند سمندر کہلائے
پھر دل میں اُجالے ہوتے ہیں آنکھوں سے اندھیرے جاتے ہیں
گلرنگ شعاعیں کہتی ہیں پُر نور سویرے آتے ہیں
یہ نیند ہے یا بیداری ہے یہ خواب ہے یا افسانہ ہے
یہ صدیوں کی آوازیں ہیں یا لمحوں کا نذرانہ ہے

❄❄❄

شہر در شہر

اُس شہر کے قصّے یاد آئے جس شہر سے واپس آئے ہیں
کچھ یادیں ہیں کچھ باتیں ہیں کچھ افسانے ہم لائے ہیں
آغاز کی پہلی منزل میں کیا کیا نہ تمنّا تھی دل میں
جب دل میں اُجالے تھے عشرت جب شمع محبّت روشن تھی
کیا کیا نہ ارادے مچلے تھے کیا کیا نہ ستارے چمکے تھے
انجام کی سرحد پر آکر آغاز کی باتیں خواب ہوئیں
جس شہر میں ہم تم رہتے تھے اس شہرِ وفا کو آگ لگی
وہ شہرِ تمنّا چھوٹ گیا

جو چاند افق پہ چمکا تھا وہ چاند کہیں پر ڈوب گیا
پھر کوئی کسی سے دور ہوا پھر کوئی ستارہ ٹوٹ گیا
دل اب بھی دھڑکتا ہے پیہم بے چین ہے یادوں کی شبنم
ہر صبح یہاں ویرانی ہے ہر شام یہاں پُرنم پُرنم

جیون کی اندھیری راہوں میں جگنو بھی نہیں تارا بھی نہیں
احساسِ غمِ دل کیا کہیئے جیتا بھی نہیں ہارا بھی نہیں
اُس شہرِ وفا سے دور ہوئے ناشاد ہوئے مجبور ہوئے
اِس راہِ تمنا میں اکثر کچھ لوگ ملے اور دور ہوئے
جِس شہر سے واپس آئے ہیں اُس شہر کی خوشبو باقی ہے
جِس درد میں ہم تم ڈوبے ہیں وہ دردِ جگر آفاقی ہے
جِس شہر سے واپس آئے ہیں وہ شہر تو شہرِ جگنو تھا
وہ آنچل تھا وہ بادل تھا وہ سایہ تھا وہ خوشبو تھا

اُس شہر سے اب کیا لینا ہے
یادوں کے کھنڈر میں جینا ہے
اِس شہر میں ہم کو رہنا ہے
اُس شہر سے اب کیا لینا ہے
کچھ یادیں ہیں کچھ سائے ہیں
اُس شہر سے واپس آئے ہیں
ہر لمحہ یہاں اک جگنو ہے
اِس شہر پہ کس کا جادو ہے

❄❄❄

عہدِ تمنّا

میں دیکھتا ہوں تصوّر میں لالہ زاروں کو
نئی سحر کے ستاروں کو ماہ پاروں کو

یہاں سے دور بہت دور اپنے آنگن میں
لبوں پہ گیت مچلتے ہیں گنگناتی ہو

خود اپنے حسنِ تصوّر میں جھوم جاتی ہو
تمہاری شوخ نگاہوں میں پھول کھلتے ہیں

تم ہی سے موسمِ گل کو پیام ملتے ہیں
تم ہی نے رنگ بکھیرے ہیں میرے خوابوں میں

تم ہی تو شہرِ تمنّا ہو میری نظموں میں
میں سوچتا ہوں کہ اس وقت تم دریچے سے

کوئی ستارہ کوئی چاند دیکھتی ہوگی
خیال وخواب کی دنیا میں کھو گئی ہوگی

میں سوچتا ہوں کہ اس وقت اپنے کمرے میں
کوئی کتاب کوئی شعر پڑھ رہی ہوگی

خود اپنے آپ سے شرما کے رہ گئی ہوگی
تمہاری شوخ نگاہوں میں گلستاں ہوگا

تمہارے لب پہ ہنسی پھول بن گئی ہوگی
مچل کے چاند سرِ بام آ گیا ہوگا

تمہاری ریشمی بانہوں میں چاندنی ہوگی
میں دیکھتا ہوں سمن زار میری دنیا ہے

شفق ہے پھول ہے گُلنار میری دنیا ہے
یہاں سے دور بہت دور اپنے آنگن میں

ہر ایک بات پہ رہ رہ کے مسکراتی ہو
اور اپنے سرخ دوپٹّے سے منہ چھپاتی ہو

میں دیکھتا ہوں تمہاری سیاہ زلفوں میں
سجے ہوئے ہیں عروسِ بہار کے موتی

نہا کے آئی ہو بالوں کو خشک کرتی ہو
مرے خیال کے خاکوں میں رنگ بھرتی ہو

کہیں کلی کہیں غنچہ کہیں پہ جگنو ہے
ہمارے عہدِ تمنّا کی جیسے خوشبو ہے

تمام عالمِ امکاں تمہارا پَرتو ہے
کہ جیسے خواب کا عالم تمام جادو ہے

❄❄❄

عہد

میں تابناک سحر سے یہ عہد کرتا ہوں
کہ آج ہی سے بدل دوں گا زندگانی کو
شبِ حیات کے رُخ سے نقاب الٹوں گا
نئی سحر سے سجاؤں گا نوجوانی کو
حوادثِ شبِ غم کی بساط دیکھوں گا
سحر سے پہلے کروں گا ہر ایک دل میں سحر
طلسمِ شب نے چُرائی ہے عظمتِ انساں
ہر اک نظر کو بناؤں گا آبشارِ قمر
تمہارے عارض گُلنار سے شفق لے کر
ہر ایک سمت گلستاں کو روشنی دوں گا
خزاں کا تاج نہ پہنے گی یہ بہار کبھی
کلی کلی کو لہو سے وہ تازگی دوں گا
افق پہ صبحِ مسرّت کی پھر کرن چمکی
کہ ٹوٹنے کو ہے اب کالی رات کا جادو
سنور رہے ہیں ہر اک سمت احمریں پیکر
بکھر رہی ہے گلِ نو بہار کی خوشبو

❄❄❄

قربت اور دوری

نہ کوئی خط ہی ملا اب نہ کوئی پھول کھلا
گزر گیا ہے یہ دن آج پھر گزر ہی گیا

میں سوچتا رہا تنہائیوں کی شام لیئے
دلِ افسردہ لیئے دھڑکنوں میں نام لیئے

تمہاری یاد' تمہارا خیالِ پیہم ہے
بہت ہی تیز ہوا اور روشنی کم ہے

جو تم نہیں تو کوئی شے ہمارے پاس نہیں
کوئی تو آئے مگر دل کو کوئی آس نہیں

ہر ایک لمحہ مرے آس پاس بستا ہے
تمہارا نام ہواؤں پہ لکھتا رہتا ہے

تمھی تو جان تمنا ہو، آرزو تم ہو
تمھی تو شہر تمنا ہو، رنگ وبو تم ہو

تمھی نے میرے تصور کو روشنی دی ہے
گلوں کو رنگ شگوفوں کو تازگی دی ہے

دلوں میں جس سے حرارت ہے ایسی دھوپ ہو تم
مری غزل، مری نظموں کا رنگ وروپ ہو تم

خط ملا شام مسکرانے لگی
زندگی آج جگمگانے لگی

رنگ ہی رنگ ہیں نگاہوں میں
جیسے تم ہو ہماری بانہوں میں

چاندنی چمپئی شرابی ہے
شہرِ دل کی فضا گلابی ہے

خط ملا گیت مل گئے جیسے
پھول ہی پھول کھِل گئے جیسے

ملکۂ شب ہو کہکشاں تم ہو
میری منزل ہو کارواں تم ہو

❄❄❄

فاصلے

تمہاری یاد کی کرن مجھے یہاں جگا گئی
قدم قدم پہ آرزو کی صبحِ نو بسا گئی
تمہاری یاد نے مجھے وہ آئینہ دکھا دیا
خیال مسکرا اٹھا شعور جگمگا گیا
وہ ساعتِ حسیں کہاں وہ ساعتِ جواں کہاں
جہاں پہ ہم جہاں پہ تم
ملے تھے چاند رات میں
ہماری جھیل سی نظر میں کشتیوں کا رقص تھا
افق افق پہ زندگی کے بادباں لیئے ہوئے
جوانیوں کا رقص تھا، کہانیوں کا رقص تھا
ہمارے دل کی داستاں ہماری صبحِ کہکشاں

قدم قدم پہ گُل فشاں تھی دھڑکنوں کے درمیاں
وہ پَو پھٹی سحر ہوئی وہ زلفِ شب بکھر گئی
وہاں وہاں کلی کھلی جہاں جہاں نظر گئی
میں سوچتا ہوں آج میں ہوں شہرِ گُل کے موڑ پر
جہاں تمہاری یاد ہے تمہاری چاندسی نظر
مرے لئے ہے کہکشاں مرے لئے کوئی سحر
اداس اداس دوپہر میں نیند کیسے آئے گی
میں سو بھی جاؤں گا اگر تو نیند خود جگائے گی
مجھے یہاں سے دور اپنے ساتھ لے کے جائے گی
وہاں پہ جس جگہ ہے میری جانِ انجمن
بہارِ دل بہارِ گُل روش روش چمن چمن
مرے لئے چمن بھی ہے میرے لئے وہ نسترن
مری چمن مری کرن وہ یاسمیں وہ انجمن
تمہاری یاد نے مجھے وہ آئینہ دکھا دیا
تمہاری یاد نے مجھے یہاں وہاں بلا لیا
قریب آؤ اس طرح کہ کوئی فاصلہ نہ ہو
جدائیوں کا کوئی بھی کہیں بھی سلسلہ نہ ہو

❋❋❋

ہر ایک لمحہ

ہر ایک لمحہ قرارِ دل ہے ہر ایک لمحہ بہارِ دل ہے
ہر ایک لمحہ جو مجھ سے تجھ سے قریب تر ہے
جو صبحِ نو کا پیام بر ہے، تری ادا ہے تری نظر ہے
ہر ایک لمحہ بہارِ دل ہے قرارِ جاں ہے قرارِ دل ہے
ہر ایک لمحہ قریب سے بھی قریب تر ہے
جو تیری زلفوں میں گُل فشاں ہے
جو تیری پلکوں پہ سو رہا ہے
جو صبحِ نو کا پیام بر ہے
ہر ایک لمحہ یہاں وہاں ہے قرارِ دل ہے قرارِ جاں ہے
میں سوچتا ہوں یہاں سے پہلے
نہ تجھ کو دیکھا نہ تجھ کو چاہا

تری تمنّا نہ تیری خواہش نہ تیرا ارماں تری طلب تھی
میرے خیالوں کے روزنوں میں
نہ تیری بانہیں نہ تیرے گیسو نہ تیری خوشبو کے قافلے تھے
کبھی نہ خوابوں میں ہم ملے تھے
کوئی بھی لمحہ نہ مل سکا تھا
کوئی بھی غنچہ نہ کھل سکا تھا
مگر وہ لمحے گزر چکے ہیں
اب یہ عالم ہے زندگی کا
تمام عالم جواں جواں ہے
ہر ایک لمحہ رواں دواں ہے
فضا میں پھولوں کی بارشیں ہیں
عنایتیں ہیں نوازشیں ہیں
ہر ایک لمحہ عروسِ شب ہے
تری تمنا، تری طلب ہے

❄❄❄

خوابِ سحر

حسین رات کی چھاؤں میں سوگئے تارے
عروسِ شب ہوئی پنہاں سحر کے آنچل میں
نشاط وکیف کے موسم نے لی جو انگڑائی
فضائیں ڈوب گئیں روشنی کی جھلمل میں

حسین خواب لیئے سرمئی دریچوں سے
کسی کے حسنِ فروزاں نے مجھ کو تڑپایا
طلسمِ شب تو نہ تھی زیست اک حقیقت تھی
سحر کی چھاؤں میں پھر کس کا عکس شرمایا

شریرِ گیسوئے پُرخم، شراب آنکھوں میں
لبِ شگفتہ پہ رقصاں کوئی کلی جیسے
سیاہ کپڑوں میں ملبوس احمریں پیکر
شبِ سیاہ میں جگنو کی روشنی جیسے

شبِ حیات کے دریا میں غم کا طوفاں تھا
نظر سے دور بہت دور تھی مری منزل
ترے خیال کا جب بادباں ملا مجھ کو
ادا ادا تھی بکنارا نظر نظر ساحل

میں اس کو ایک فسانہ سمجھ رہا تھا مگر
حقیقتوں کے جزیروں میں زندگی بھٹکی

سکون وضبط کی مشعل جلا کے سوچتا ہوں
کہاں کہاں مرے خوابوں کی چاندنی بھٹکی

مگر وہ چشمِ حسیں گرچہ اک طلسم سہی
کہ جس نے راہ دکھائی سحر کے خوابوں میں
اُسی کی آس میں پلکوں پہ زندگی لے کر
"نہ جانے کب سے تڑپتا ہوں اس کی بانہوں میں"

❄❄❄

آئینے

(ایک نظم۔ اکیسویں صدی کی نذر)

کہاں چھپ گئی ہیں تمہاری ہنسی کی وہ گلنار موجیں
کہ جن کی روانی میں ہر شعلۂ غم کو تسکیں ملی ہے
ہر اک جوئے خوں مسکراتی رہی ہے
ادھورے فسانے سناتی رہی ہے
شفق رنگ ماحول میں زندگی کے وہ رنگین لمحے کہاں چھپ گئے ہیں
کسے ڈھونڈتے تھے کسے ڈھونڈتے ہیں
یہ کاندھے جو زخمی ہیں شَل ہو گئے ہیں' ان ہی پر سمن زار یادوں کی ارتھی اٹھائے
ہوئے ہم
یہاں آگئے ہیں
وہ کومل سی یادیں جو ہر زاویے سے ہر اک آئینے میں
ہر اک سمت عکسِ نظر ڈھونڈتی تھیں
جو انجانی خوشبوؤں کی سرحدوں پر ہمیں چومتی تھیں
وہ یادیں نہ جانے کہاں چھپ گئیں ہیں
یہ کاندھے جو زخمی ہیں شل ہو گئے ہیں

ان ہی پر خود اپنے ہی پھولوں کی لاشیں اٹھائے ہوئے ہم چلے جا رہے ہیں
یہی سوچتا ہوں یہ کاندھے اگر جھک گئے تو
ہمارے چمن کے شگوفوں کی تشنہ لبی کو بجھانے
کہیں سے کوئی شوخ بادل کا آوارہ ٹکڑا
فلک سے اتر کر گھڑی دو گھڑی مسکرائے گا کیونکر
کبھی تو گلی در گلی نیم وا کھڑکیوں سے کسی مست خوشبو کے آوارہ جھونکے
ہمیں چوم جائیں، فضا گنگنائے، زمیں جھوم جائے
کبھی تو یہاں شوخ لمحوں کے جادو جگاتی ہوئی کوئی چمپا کلی اس طرح مسکرائے
کہ خوش رنگ کرنوں کے بادل برس کر شگفتہ بہاروں کا پیغام لائیں
بہاریں کہ جن کے لیے نسلِ نو منتظر ہے
بہاریں کہ جن کے لیے اپنی آنکھیں بچھائے ہوئے اہلِ دل
آج بھی زندگانی کی تپتی ہوئی دھوپ میں منتظر ہیں
کبھی تو یہاں کوئی آوارہ پتا خود اپنے ہی شانوں پہ اپنی ہی محرومیوں کے جنازے
اٹھائے ہوئے مسکرائے، خزاں کانپ جائے
کبھی تو یہاں مقبروں کی اداسی میں صدیوں کی بے چین
روحوں کی آواز پہ کوئی آواز آئے
کوئی چونک اٹھے، کوئی جاگ جائے
ہر اک موڑ پر زندگی برہنہ ہے نہ شاخوں پہ پتے نہ زلفوں میں کلیاں
خزاں ہی خزاں ہے
گذشتہ دنوں کے چمکتے ہوئے آئینوں پر مہ و سال کی گرد پڑتی رہی ہے
کبھی تو کسی بند کھڑکی سے جھانکو، کسی بند کمرے سے دیکھو
افق تا افق ہیں خدوخال اُس کے

وہی شوخ آنکھیں، وہی زلفِ برہم، وہ پھولوں کی مالا، نگاہوں کی شبنم
کہاں تک کوئی سوچ کر کچھ نہ سوچے
کہاں تک کوئی بھول کر کچھ نہ بھولے
یہ دنیا نہیں ہے یہ اپنی زمیں بھی نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
بہت دور ہم چاند کے دیس میں ہیں
ہماری زمیں کوئی شفاف گولہ ہے یا روشنی ہے
کہ وہ زندگی ہے کہ وہ تازگی ہے
مگر تازگی کیا، مگر روشنی کیا، مگر زندگی کیا
کہ اب ارتقاء کی ہر اک شاخ بوجھل ہوئی جا رہی ہے
کہ اب ایٹموں کی سُلگتی ہوئی سرخ بھٹّی میں انسانیت تپ رہی ہے
کہ اب تیرگی ہاتھ پھیلائے سینہ سپر ہو گئی ہے
کہ اب فہم و ادراک نے راستوں پر اندھیروں کے جالے بُنے ہیں
کہ اب راکٹوں نے فضاؤں میں ہر سمت پَر اپنے پھیلائے دیئے ہیں
کہ اب نسلِ انساں مشینوں کی تابع ہے محکوم ہو کر
خلاؤں میں گم ہو گئی ہے
کہ اب گیس کے اژدہے کارخانوں میں بپھرے ہوئے گھومتے ہیں
ہزاروں برس کے سسکتے ہوئے زرد چہروں پہ دھوپ آگئی ہے
وہ اپنی زمیں ہے مگر اب نہیں ہے
وہاں شوخ پھولوں کی مالا لیئے زندگی منتظر تھی
یہ دیوار و در اجنبی ہیں، یہ میں ہوں، یہ تم ہو!!
نہیں یہ کوئی دوسری شخصیت ہے!!
وہ زرتار لمحے، وہ شفّاف چہرے

جو تاریخ کی دُھند میں گُم ہوئے ہیں
کسے ڈھونڈتے تھے، کسے ڈھونڈتے ہیں!

یہ میں ہوں یہ تم ہو!!
نہیں یہ کوئی دوسری شخصیت ہے!
تو کیا تیسری جنگ بھی ہو چکی ہے؟

مرا آئنہ کھو گیا ہے
مرا آئنہ کھو گیا ہے

❄❄❄

قطعہ

نیم وَا شام و سحر آس کا در تنہا ہے
مشعلِ درد لیے رات کا گھر تنہا ہے
جانے کس دیس میں تم چُھپ گئے انشاء تنہا
در بدر خاکِ بسر چاند نگر تنہا ہے

❄❄❄

شہرِ آرزو

چلی بھی آؤ تمہیں میری زندگی کی قسم
بھٹک رہا ہوں اندھیرے میں چاندنی کی قسم
نہ کوئی آس، نہ جگنو، نہ کوئی تارا ہے
ہر ایک سمت ابھی تیرگی کا ڈیرہ ہے
قدم قدم پہ شبِ غم کا رقص جاری ہے
بہت ہی دور ابھی ضَوفشاں سویرا ہے

بکھر گئے ہیں سب ہی پھول میرے خوابوں کے
مری حیاتِ تمنّا کی شام کہتی ہے
نہ جانے کس کا ابھی انتظار باقی ہے
نہ جانے کس کے لیئے سانس اب بھی رُکتی ہے

یہ شہرِ دل کبھی ویراں نہ تھا، اُداس نہ تھا
کہ آج بند دریچوں پہ سر پٹکتا ہوں
یہ راستے کبھی تنہا نہ تھے، سیاہ نہ تھے
کہ ہر قدم پہ شبِ تار سے اُلجھتا ہوں

نہ جانے کتنی امنگوں کا خون ہوتا ہے
نہ جانے کتنی امیدوں کی شام ڈھلتی ہے
لہو لہو ہیں نگاہیں، بہت اندھیرا ہے
ہزار قطرۂ خونیں میں رات پلتی ہے

چلی بھی آؤ تمہیں میری زندگی کی قسم
بھٹک رہا ہوں اندھیرے میں چاندنی کی قسم

❋❋❋

اتنا تو کرو

مجھ سے پوچھو، دل سے پوچھو
پوچھو ساری دنیا سے
تم کتنی اچھّی لگتی ہو
تم کتنی پیاری لگتی ہو
ان ویراں ویراں راتوں میں
ان بھیگے بھیگے لمحوں میں
یہ آنکھیں سوئی جاگی ہیں
یہ آنکھیں کتنی پیاری ہیں
یہ جگمگ جگمگ تارے ہیں
یہ تارے کتنے پیارے ہیں
وہ خواب دھنک سا چہرہ ہے
ہر لمحۂ جاں گلدستہ ہے
اے چاند نگر کی شہزادی!

یہ زخم جو تم نے بخشا ہے
یہ زخم تمہارا تحفہ ہے
اس زخم سے تم وابستہ ہو
یہ زخم دلوں میں بستا ہے
اس زخم میں کتنی لذّت ہے
یہ زخم ہمارا جذبہ ہے
میں زخمِ بدن لے کر تنہا
کیوں نگری نگری پھرتا ہوں
ہر لمحہ یہاں میں جیتا ہوں
ہر لمحہ یہاں میں مرتا ہوں
میں راج محل سے دور بہت
یہ سوچتا رہتا ہوں پیہم
ہر لمحہ یہاں میں قاتل ہوں
ہر لمحہ یہاں مقتول ہوں میں
میں ایک انوکھا پاگل ہوں
یا وقت کی بکھری دھول ہوں میں
جو شہرِ طرب میں کھل نہ سکا
اس شہرِ طرب کا پھول ہوں میں
اے چاند نگر کی شہزادی!
آکاش کی نیلی وسعت میں
تم گیت سہانے گاتی ہو

کچھ دور اُفق کے پردوں پر
بل کھاتی ہو، لہراتی ہو
پھر آپ ہی اپنے نغموں سے
دلہن کی طرح شرماتی ہو
میں زخمِ بدن لے کر تنہا
کچھ پھول کھلائے بیٹھا ہوں
خوابوں کو جگائے بیٹھا ہوں
ان پھولوں میں جو خوشبو ہے
ان خوابوں میں جو چہرہ ہے
وہ خوشبو گھر میں پھیلی ہے
وہ چہرہ دل میں بستا ہے
جب ذکر تمہارا کرتا ہوں
یہ دنیا ہنسنے لگتی ہے
یہ دنیا ہنستی رہتی ہے
یہ دنیا کل بھی ہنستی تھی
یہ دنیا آج بھی ہنستی ہے
وہ ہنستی رہتی ہے پیہم
ہر لمحہ چھلکتی ہے شبنم
ہر لمحہ اجڑتی یادیں ہیں
ہر لمحہ الجھتی سانسیں ہیں
میں جنم جنم کا پاگل ہوں

میں روزِ ازل سے گھائل ہوں
اک شہزادی کے آنچل سے
زخموں کو چھپائے بیٹھا ہوں
پلکوں کی گھنیری چھاؤں میں
کچھ پھول کھلا بیٹھا ہوں
اے چاند نگر کی شہزادی!
اتنا تو کرو میری خاطر
آکاش کی نیلی سیڑھی سے
اک روز زمیں پر آجاؤ
اک روز ہمیں سلجھا جاؤ
اور یہ بھی اگر منظور نہیں
اتنا تو کرو میری خاطر
تم خوشبوؤں میں سانسوں میں
تم بہکی تیز ہواؤں میں
تم پھیلی پھیلی بانہوں میں
تم سوئی جاگی آنکھوں میں
بسنے دو مجھے، جینے دو مجھے
جلنے دو مجھے، مرنے دو مجھے

❄❄❄

دائرے

کتابیں کھلی ہیں ورق در ورق خواب بکھرے ہوئے ہیں
کہانی میں سب پھول مرجھا گئے ہیں
گلی در گلی خواب لمحوں کے آنسو چمکتے رہے ہیں
فسانوں میں لفظوں کے مفہوم دھندلا گئے ہیں
یہاں سے وہاں تک وہاں سے یہاں تک
اداسی تھکن نارسائی کے دکھ ہیں
ہر اک لمحہ یادوں کی بھٹکی ہوئی چاندنی میں
مہہ و سال کی آشنائی کے دکھ ہیں
دریچوں سے دیکھو خیالوں سے جھانکو
گلابوں کی تازہ مہک
تیز بارش کی بوچھار میں گم ہوئی ہے
کبھی آنگنوں میں کبھی کھڑکیوں پر
کبھی شوخ پھولوں کی زرتار رنگیں

قباؤں میں چھپ کر
کئی خواب چہرے ہمیں ڈھونڈتے ہیں
کتابیں کھُلی ہیں مگر ہم کہاں ہیں!!
ہوائیں یہاں اس طرح
تیز بارش کی بوچھار میں گھر گئی ہیں
فضاؤں میں جیسے لہو بھر گئی ہیں
کہ بکھرے ہوئے ہیں
عذابوں کے قصّے سزاؤں کے قصّے
خطاؤں کے قصّے وفاؤں کے قصّے
کئی مرحلے ہیں کئی دائرے ہیں
سبھی مرحلوں میں سبھی دائروں میں
ورق در ورق کوئی خوشبو بسی ہے
کسی بند کھڑکی سے تتلی اُڑی ہے
کتابیں کھُلی ہیں
مہہ و سال کی آشنائی کے پیکر
ورق در ورق مسکرانے لگے ہیں
جہاں زندگی کی سحر کھو گئی ہے
وہی راستے جگمگانے لگے ہیں

❋❋❋

سفر

اندھیری رات ہے اور تین بج گئے عشرتؔ
نہ جانے کیوں ہے مرے دل میں بے قراری سی
نہ جانے کیوں ہے ابھی رات بھاری بھاری سی
ہر ایک سمت فضاؤں میں اشکباری سی
ہر ایک سمت مسلسل ہے شعلہ باری سی
اندھیری رات ہے ہر سمت خامشی رقصاں
ہر ایک سمت شبِ غم کی تیرگی پیہم
ہر ایک سمت ہیں لرزاں سکوت کے سائے
ہر ایک سمت چراغوں کی روشنی مدّھم
رُکی رُکی سی ہوائیں ہیں زندگانی کی!!
فضا میں آہِ مسلسل ہے گریہ زاری ہے
بہت ہی دور سویرا ہے جانے کب آئے
ابھی تو رات کی دیوی کا رقص جاری ہے

مگر یہ رات غمِ زندگی کی رات تو ہے
تھمی تھمی سی ابھی نبضِ کائنات تو ہے
بجھے بجھے سے سبھی میری آرزو کے کنول!
کسی کی یاد سے روشن شبِ حیات تو ہے
رہِ حیات میں عشرتؔ کسی کا ساتھ تو ہے
کسی کے دستِ حنائی میں میرا ہاتھ تو ہے

✵✵

یہی وہ رات تھی جب قافلہ امنگوں کا
چلا تھا شوق کی راہوں پہ جستجو لے کر
نظر میں پھول' خیالوں میں رنگ و بو لے کر
فضا میں تُند بگولوں کا رقص پیہم تھا
پلک پلک پہ ستارے سے ٹمٹماتے تھے
نفس نفس میں شرارے سے دوڑ جاتے تھے
ہر ایک سمت لہو کے چراغ جلتے تھے
شبِ حیات کے تارے تھے رہنما اپنے
شبِ حیات کے تاروں کی رہنمائی میں
وفا کے دیپ بہت سے جلا لئے میں نے
غمِ حیات سے آگے بہت نکل آیا!!
بہت ہی دور بہت دور میں نکل آیا!!

✵✵

تمہارے ریشمی آنچل کی نرم چھاؤں میں
چراغِ راہِ تمنّا جلا لیا میں نے
تمہارے شعلۂ ہستی کی تابناکی میں
نظر نظر کو سویرا بنا لیا میں نے
تمہارے گلشنِ ہستی کی ہر کلی کے لئے
دل وجگر کو گلستاں بنا لیا میں نے
تمہاری ریشمی پلکوں کی ایک جنبش سے
ربابِ حسنِ تمنّا بجا لیا میں نے
غمِ حیات سے پہلو کوئی بچا نہ سکا
غمِ حیات سے پہلو بچا لیا میں نے
نفَس نفَس میں فسانے بسا لئے میں نے
نظر نظر میں زمانہ چھپا لیا میں نے
بہت ہی دور بہت دور میں نکل آیا
فضا میں چاند ستاروں کی مشعلیں لے کر
رگوں میں خونِ تمنّا کی شورشیں لے کر

✵✵

اندھیری رات ہے اور تین بج گئے عشرتؔ
حیات عہدِ گذشتہ کی مشعلیں لے کر
چلی ہے تند ہواؤں میں جگمگانے کو
ٹھہر ٹھہر کے ابھرتی ہے آرزو کی کرن!

ستارۂ شبِ فرقت ہے ڈوب جانے کو
چٹک چٹک کے سنورتی ہے رات کی دیوی
ضیائے حُسن سے عالم ہے جگمگانے کو
ہر ایک سمت خموشی کے راگ ختم ہوئے
قریبِ شہرِ نگاراں ہے جھلملانے کو

✡✡

قریب شہرِ نگاراں ہے دل دھڑکتا ہے
دھڑک دھڑک کے کوئی گیت گنگناتا ہے
مچل مچل کے کبھی جھوم جھوم جاتا ہے
نہ جانے کس کے تصوّر میں مسکراتا ہے

✡✡

شبِ حیات کے ابریشمی دریچوں سے
وہ آئی آئی محبّت کی چاندنی آئی
وہ آئی آئی بہاروں کی راگنی آئی
وہ آئی آئی مری روحِ زندگی آئی
وہ آئی آئی مری نظم کی پری آئی
وہ آئی آئی ستاروں میں روشنی آئی
وہ آئی آئی نظاروں میں دلکشی آئی
وہ آئی آئی سہاروں میں روح سی آئی

شبِ حیات کے ابریشمی دریچوں سے
بہت ہی دور بہت دور جا رہا ہوں میں
کسی کے روئے منوّر سے چاندنی لے کر
کسی کی زلفِ پریشاں سے برہمی لے کر
کسی کی روحِ شگفتہ سے شانتی لے کر
کسی کی چشمِ غزالاں سے بے خودی لے کر
کسی کے حسنِ غزلخواں سے بانسری لے کر
کسی کے سرخ لبوں سے شگفتگی لے کر
کسی کے عارضِ گلفام سے کلی لے کر
کسی کے حسنِ فروزاں سے روشنی لے کر
بہت ہی دور بہت دور جا رہا ہوں میں

❄❄❄

قید

کوئی منظر کوئی ساحل کوئی چہرہ کبھی دائم نہیں رہتا
کبھی منظر کبھی چہرے کبھی ساحل
کبھی یکجا نہیں ہوتے
کہ دل جب بھی اجڑتا ہے تو ویرانی بکھرتی ہے
کسی اجڑے مکاں میں کوئی سایہ بھی نہیں بستا
یہ دنیا تو ہماری سوچ کے جنگل میں بستی ہے
یہی کارِ جہاں ہے جس میں رہ رہ کر
مسلسل دائروں میں گھومتی ہے ہم سے ملتی ہے
یہ ملنا اور کھونا اک عمل ہے سلسلہ ہے اک کہانی ہے
نہ بچپن ہے کھلونا ہے، نہ اب وہ نوجوانی ہے
جہاں تک سوچ کی چادر بچھی ہے اک کہانی ہے
کہ اس سے جو بھی وابستہ ہیں وہ کردار ہستی ہیں
امر لمحوں سے قائم ہیں کتابِ زندگانی ہیں
حقیقت ہے فسانہ ہے کہ اک رنگیں کہانی ہے
کہ جس میں سب ہی کرداروں کے چہرے جگمگاتے ہیں
کہیں خوشبو سی بکھری ہے کہیں معدوم راہیں ہیں
جہاں تم ہو وہاں ہم ہیں جہاں ہم ہیں وہاں تم ہو
پھر اس کے بعد غاروں میں بھٹکتی زندگانی ہے
ہر اک لمحہ مقید ہے، مقید یہ کہانی ہے

یقین و گمان

(ایک نظم۔ زینہ زینہ اترتی ہوئی سلگتی شام کی نذر)

وہ ایک لمحہ جو زندگی ہے جو شہرِ خوشبو ہے چاندنی ہے
شعورِ شبنم ہے آگہی ہے ضمیرِ گلشن ہے خامشی ہے
وہ ایک لمحہ جو زندگی کے ہر ایک ساغر میں بھر گیا ہے
جو لوحِ دل پر ابھر گیا ہے ابھر ابھر کر نکھر گیا ہے
وہ لمحۂ جاں جدھر گیا ہے افق افق پر بکھر گیا ہے
جو پھول صحرا میں کھِل چکا ہے ہمیں بھی گُلنار کر گیا ہے
ہماری آنکھوں میں بس گیا ہے ہمارے ساغر میں بھر گیا ہے
جو ریگِ صحرا کی وسعتوں میں ہر ایک جانب بکھر گیا ہے
ہماری چاہت کی جستجو سے ہمارے دل میں اتر گیا ہے

ہماری تیرہ شبی کے لمحے ابھر ابھر کے
تلاش کرتے ہیں شامِ جگنو
کوئی ستارا کوئی اشارا
کسی بھی ساعت کی بھینی خوشبو

یہاں بھی سائے وہاں بھی سائے ابھر رہے ہیں جگا رہے ہیں
کہ جیسے شہرِ جنوں کا موسم پکارتا ہے بُلا رہا ہے
یقین وہم وگماں سے آگے شعور رہ رہ کے جاگتا ہے
ہر ایک جذبہ اجڑ گیا ہے ہر اک پرندہ بچھڑ گیا ہے
ندی خموشی سے بہہ رہی ہے کوئی صدا ہم سے کہہ رہی ہے
کہیں یہ لمحہ بکھر نہ جائے کہیں یہ دریا اتر نہ جائے
کہیں یہ ساغر چھلک نہ جائے کہیں یہ پاگل بہک نہ جائے
کسی کھلونے کی جستجو میں کہیں یہ بچّہ بھٹک نہ جائے

یہاں وہ رسمِ وفا چلی ہے کہ شہر جاناں کے راستوں پر
کوئی دریچہ نہیں کُھلا ہے نہ صبحِ روشن' نہ دن ڈھلا ہے
ہر ایک لمحہ سکوتِ پیہم نہ کوئی نغمہ نہ کوئی سرگم
ہر ایک لمحہ ہے کاسۂ شب ہر ایک چہرہ ہے شعلۂ شب
یہاں پہ جادو کی بستیاں ہیں یہاں نگاہوں کی دوریاں ہیں
کہ شاہراہوں پہ کھو گئے ہیں ہمارے دامن بھگو گئے ہیں
تمام پچھلی صدی کے قصّے ہماری چاہت ہمارے جذبے
جو گُم شدہ ہیں رہِ وفا میں جو گُم شدہ ہیں کسی صدا میں
ہر ایک ساعت بکھر گئی ہے خموش جذبوں سے ڈر گئی ہے
نہ کوئی لمحہ نہ زندگی ہے نہ شہرِ خوشبو نہ چاندنی ہے
نہ لوحِ دل ہے نہ نقشِ جاں ہے نہ اب یقیں ہے نہ اب گماں ہے

❄❄❄

یہ لمحے

یہ چاند لمحے جو آگہی ہیں
جو شہرِ خوشبو ہیں چاندنی ہیں
یہی تو جھونکے ہیں زندگی کے
یہی تو دریا ہیں تازگی کے
یہاں پہ پھولوں کے کارواں ہیں
یہاں بہاریں سمن فشاں ہیں
یہاں ارادوں کی سرحدیں ہیں
یہاں خیالوں کی وسعتیں ہیں
یہاں نگاہوں کے سلسلے ہیں
یہاں پہ دل آ کے مل گئے ہیں
فضا میں جگنو چمک رہے ہیں
سحر کی جانب لپک رہے ہیں
یہاں پہ خوشیوں کی کھڑکیاں ہیں
مسرّتوں کی کیاریاں ہیں

نئی تمنا، نئے ارادے، نئی فضائیں، نئے ستارے

کہ مسکراتے ہیں چاند لمحے
کہ جگمگاتے ہیں چاند لمحے
فضا میں پھولوں کی بارشیں ہیں
عنایتیں ہیں نوازشیں ہیں

کسی کے پلکوں کی چلمنوں سے
یہ شام کتنی نکھر گئی ہے
کہ جیسے دل میں اتر گئی ہے
بہار دلہن بنی ہوئی ہے
حنا کی خوشبو بکھر گئی ہے
وہ میرے خوابوں کے درمیاں ہے
مری امیدوں کی ترجماں ہے
وہ داستاں ہے وہ کہکشاں ہے
وہ جانِ دل ہے وہ جانِ جاں ہے
مرے خیالوں کی چاندنی ہے
مرے ارادوں کی روشنی ہے
وہ خواب لمحوں کی بے خودی ہے
وہ میرے جذبوں کی دلکشی ہے
میں جب بھی گھبرا گیا ہوں پیہم
ملی ہے جب بھی اُداس شبنم
ہوئی ہے جب بھی نگاہ برہم
اجڑ گئی ہے بساطِ عالم

تو میرے قدموں کی آہٹوں کو
اسی سے عزمِ جواں ملا ہے
اسی سے کلیاں مہک گئی ہیں
اسی سے غنچہ کِھلا ہُوا ہے
وہ صبحِ نو ہے وہ آرزو ہے
وہ دیدِ نو ہے وہ جستجو ہے
وہ خامشی ہے بکھر گئی ہے
قریب تر ہے وہ گفتگو ہے
اسی کے عارض کی چاندنی میں
گلاب لمحوں کی خامشی میں
اُسی کے خط کا جواب لکھ کر
میں سو گیا ہوں کلی کلی میں
اُسی کے آنچل کی شوخیوں سے
ہر ایک لمحہ ہے شوخ و رنگیں
گھٹائیں رنگیں، ہوائیں رنگیں
فضائیں رنگیں، نگاہیں رنگیں
یہ رنگ وہ ہی بکھیرتی ہے
یہ پھول وہ ہی سجا رہی ہے
خوشی کے گجرے مہک رہے ہیں
قریب تر وہ بُلا رہی ہے

اُسی کے عارض کی چاندنی سے
فضا میں خوشبو بسی ہوئی ہے
بہار دلہن بنی ہوئی ہے
دلوں کی دھڑکن میں چُھپ گئی ہے
اُسی کے پلکوں کی صبح نو سے

میں آنے والی ہر اک گھڑی کو
ہر ایک ساعت ہر ایک پَل کو
نظر نظر میں بسا رہا ہوں
روش روش کو سجا رہا ہوں

❋❋❋

میں دیکھتا ہوں ہر اک سمت تیری تصویریں
زمانہ تجھ کو کہاں اس طرح سے دیکھے گا

❋❋❋

واپسی

اندھیری رات ہے اور تین بج گئے عشرتؔ
فضا میں صندلی بانہوں کی آج خوشبو ہے
کہ آج عالمِ امکاں تمام جادو ہے
یہ رات صبح کی تصویر بن گئی شاید
جمالِ حسن کی تعبیر بن گئی شاید
مگر یہ صبح تڑپتی ہے زندگی کے لئے
ابھی جہاں میں اندھیرا ہے آدمی کے لئے
ہر ایک سمت یہاں غمزدوں کی محفل ہے
سُلگ رہے ہیں یہاں دل جلوں کی محفل ہے
ہر ایک شام ہر اک شہرِ چاندنی کی قسم
جو روشنی میں لُٹے قافلوں کی محفل ہے
مہکتے پھول، نظارے یہ صبحِ تنہائی
کہیں کہیں کوئی نوحہ کہیں پہ شہنائی
ہر ایک سمت نگاہیں لہو لہو ہیں ابھی
نہ جانے کتنے دریچوں پہ ہوگی رسوائی
برنگ موسمِ گُل دل کے زخم رِستے ہیں
ہر ایک شاخِ تمنّا پہ ہم سلگتے ہیں
ہر ایک عہد کی تعبیر و آگہی کے لئے

تمام عمر ترستے رہے ترستے ہیں
جہاں پہ ہم ہیں اندھیرا ہے اور کچھ بھی نہیں
وہ تیرگی ہے کہ بڑھتی چلی ہی جاتی ہے
بہت ہی دور سے آواز کوئی دیتا ہے
ابھر ابھر کے کوئی روشنی بلاتی ہے

☆☆

ستارہ بار نگاہوں کے سخت پہرے میں
میں آج لوٹ کے آیا ہوں اپنے کمرے میں
یہ کھڑکیاں، یہ کتابیں، یہ لیمپ، یہ بستر
یہ میرے عہدِ گذشتہ کی سُرمئی چادر
ہر ایک چیز پہ صدیوں کی گرد بیٹھی ہے
ہر ایک چیز سے یادوں کی گرد لپٹی ہے
ہر ایک سمت عجب ہولناک سنّاٹا
ہر ایک سمت عجب کربناک سنّاٹا
ہر ایک سمت ہیں لمحوں کے فاصلے شاید!
شعورِ صبح کی لہروں کے فاصلے شاید!
کہ دھڑکنیں بھی جہاں خامشی میں ڈوبی ہیں
ابھر ابھر کے جہاں بے کلی میں ڈوبی ہیں

☆☆

یہ خامشی ہی یہاں زندگی کی رَچنا ہے
صنم کدوں کی عبادت ہے یا ترشنا ہے
نہیں ہے کوئی مگر کوئی ہم سے کہتا ہے
زمین اپنی ہے یہ آسمان اپنا ہے

ہر ایک لمحہ گُل افشاں ہے آج کل ایسے
ہوا کے دوش پہ بنتے ہوں جل محل جیسے
ہر اک گھڑی درِ شاہی پہ جھکتی جاتی ہے
کسی بھی گوشۂ دل میں ہو تاجِ دل جیسے
ہَوائے شب یہاں اَشلُوک پڑھتی رہتی ہے
حصارِ وقت سے بَن باس کون لیتا ہے
سپھل ہوئی ہیں یہاں من کی ساری آشائیں
جنم جنم میں یہ سنجوگ کون پاتا ہے

✲✲

میں آج لوٹ کے آیا ہوں اپنے کمرے میں
نہیں ہے کوئی مگر کوئی ہم سے کہتا ہے
یہ خامشی ہی یہاں زندگی کی رَچنا ہے
حیاتِ نو کی حرارت ہے من کا سپنا ہے
حصارِ وقت میں ہر چیز آج اپنی ہے
ہر اک دریچہ، ہر اک سائبان اپنا ہے
میں آج لوٹ کے آیا ہوں اپنے کمرے میں

ملاقات

اگر فرصت ہو دل چاہے چلی آنا
یہاں کتنے ہی دروازے ملیں گے
کتنی آنکھیں جھانکتی ہوں گی
نہ جانے کون سا لمحہ تھا جس میں تم کو دیکھا تھا
تمہاری سوچ کے ہر دائرے کو ہم نے سمجھا تھا
پھر اس کے بعد ہر لمحے میں انگارے دہکتے تھے
کبھی لمحے پگھلتے تھے
اور اب یہ حال ہے آتش فشاں دل سے ابلتا ہے
نہ کوئی پاس ہوتا ہے نہ کوئی آ کے ملتا ہے

دستک

بارشوں کی آرزو میں
ہم کُھلے آنگن میں پہروں دوڑتے چلتے رہے
خشک پتّے ٹہنیوں سے ٹوٹ کے گرتے رہے
اڑتے رہے
اور ہم تنہا یوں ہی چلتے رہے چلتے رہے
دل میں جو سیلِ رواں تھا آج پھر بہنے لگا
ساعتِ عمرِ رواں سے درد کچھ کہنے لگا
جوئے خوں بہنے لگی بہتی رہی
زلفِ شب بکھری رہی الجھی رہی
شہرِ جاں میں تیرگی کے دائرے بڑھتے گئے
صحنِ گُل میں رات کی شہزادیاں سوتی رہیں
لمحہ لمحہ وقت کی دہلیز پر

پتھروں کے شہر میں سرگوشیاں ہوتی رہیں
دفعتاً" دستک ہوئی آہٹ ہوئی
بند کمروں میں کوئی بے نام انجانی خوشی
رات کی بانہوں میں شرمانے لگی
ریشمی خوابوں کو نیند آنے لگی
جیسے لمحوں کی محبت پر یقیں آنے لگے
جیسے جذبوں کی صداقت پر یقیں آنے لگے
جیسے گُم گشتہ چراغوں سے فضائیں جگمگائیں
چاند شرمانے لگے
کوئی یاد آنے لگے
اس کے جملوں اس کی باتوں پر یقیں آنے لگے
گُم شدہ بے خواب راتوں پر یقیں آنے لگے

❋❋❋

چراغ اور آئینے

میں سمیٹ لوں وہی روز و شب
جو دِکھا گئے کئی آئینے
کسی عکسِ جاں کے خیال میں
جو شکستہ ہو کے بکھر گئے
کسی آرزو کے سوال میں
وہی ریزہ ریزہ ہوئے کبھی
تو بکھر گئیں سبھی کرچیاں
اِنہی کرچیوں کی دمک میں ہیں
خدوخال تیرے جمال کے

وہی دائرے وہی سلسلے
وہی روشنی وہی راستے
میں سمیٹ لوں سبھی آئینے
جو ہجومِ شہر میں گُم ہوئے
جو دمک رہے ہیں خلاؤں میں
کسی شہر میں کسی گاؤں میں

مگر اب کے ایسی ہَوا چلی
مرے جگنوؤں کو اُڑا گئی
کہ شکستہ ہیں سبھی آئینے
نہ وہ روشنی نہ وہ راستے

نہ وہ سلسلے نہ وہ دائرے
فقط اک چراغ جلا ہُوا
شبِ تار میں ہے گھرا ہُوا
یہ چراغِ جاں جو بجھے گا اب
تو سمیٹ لے گا وہ روشنی
جو بکھر رہی ہے جہان میں
کسی جستجو کی اُڑان میں
کسی آرزو کے مکان میں

❄❄❄

موسم

ابھی کچھ بھی نہیں بدلا
ہمیں موسم بدلنا ہے
ابھی تو شاخساروں پر
سلگتے موسموں کے کانپتے جاگے پرندے
پر سمیٹے تھرتھراتے ہیں!
کہ ان کی قوتِ پرواز زخمی ہے
لبوں پر کتنے پہرے ہیں
ہر اک آواز زخمی ہے
ابھی تو نسلِ نو کو کاٹنی ہیں
جوئے خوں میں ڈوبتی فصلیں
سمٹتے دائروں میں بھیگتی فصلیں

ابھی تو کچھ نہیں بدلا
تمہیں بھی ساتھ چلنا ہے
ہمارے ساتھ چلنا ہے
سبھوں کے ساتھ چلنا ہے
کہ اب منظر بدلنا ہے
ذرا سی دیر میں یارو
یہ منظر اب جو بدلے گا
تو پھر کیا کچھ دکھائے گا
یہ منظر کیا دکھائے گا
وہی سب کچھ دکھائے گا
ہماری جاگتی آنکھیں
جنہیں پیہم ترستی ہیں
افق کی سمت تکتی ہیں
بدلتے موسموں کے خوشنما
گاتے پرندوں کی اُڑانوں میں
بہت کچھ دیکھ لیں گے ہم
بہت کچھ دیکھ لینا ہے
ابھی کچھ بھی نہیں بدلا
ہمیں موسم بدلنا ہے!!

❄❄❄

دستِ طلب

کوئی بھی رُت کوئی موسم
جو اظہارِ تمنّا کے نئے منظر کے پہلو میں
ہمیں دستِ طلب کی شاخ سے آواز دیتا ہے
ہمیں پیہم بلاتا ہے
نئے رَستے دکھاتا ہے
نئے چہرے سجاتا ہے
کسی بھی رُت کسی موسم میں
ایسا بھی تو ہوتا ہے
سسکتے کانپتے لمحے
ہمیں پاتال کے منظر دکھاتے ہیں
جہاں پہ اژدہے رہ رہ کر

پیہم سرسراتے ہیں
کہ جب بھی رُت بدلتی ہے
تو تنہائی کی چادر
خون کے دھبے دکھاتی ہے
ہواؤں کے بدلتے قافلے
دستِ طلب کی زرفشاں شاخوں سے
رہ رہ کر الجھتے ہیں
ہم اپنے راستے پیہم بدلتے ہیں!!
ہزاروں زاویوں کے درمیاں سورج چمکتا ہے
مگر اظہار کی صورت دِیا رہ رہ کے جلتا ہے

دِیا جلتا ہے بجھتا ہے
دِیا رہ رہ کے جلتا ہے

❄❄❄

وسعت

چلو ابرِ رواں کے ساتھ لامحدود وسعت میں
زمیں کو اپنے قدموں سے
سنہری دھوپ میں ناپیں
مسلسل شور کرتے آبشاروں کی طرح اک دن
افق کی بے کراں وسعت میں کھو جائیں
اسی وسعت میں مٹّی ہے سمندر ہے بیاباں ہے
یہ سب کچھ اک حقیقت ہے حقیقت ہی گل افشاں ہے
ذرا سی آنکھ لگتی ہے تو دل کا بند دروازہ
کسی دستک کسی آہٹ پہ رہ رہ چونک اٹھتا ہے
دریچوں سے ازل کی سرد تنہائی کا جنگل جھانکتا ہے لہلہاتا ہے
یہ جنگل جو کبھی ابرِ رواں کا ایک ساتھی تھا
بچھڑ کر آج سنّاٹے کی چادر اوڑھ کر
یوں سو گیا ہے اب نہ جاگے گا
چلو اب لوٹ جائیں ہم
یہاں کچھ بھی نہیں باقی!
ستارے ڈوبتے جاتے ہیں ساحل کپکپاتے ہیں
وہ لامحدود لرزش ہے جزیرے ڈوب جاتے ہیں

راکھ

(ائرہوسٹس کے لیئے)

لپک رہے ہیں ہر اک سمت آتشیں شعلے
دہک رہے ہیں انگیٹھی میں کوئلے اب تک
سُلگ رہا ہوں کسی یاد کے تصوّر میں
سمٹ رہے ہیں نگاہوں میں فاصلے اب تک

تصوّرات ترے دیس کی فضاؤں سے
شرارہ بار ستارے چُھپا کے لائے ہیں
کچھ اس ادا سے تری یاد مسکرائی ہے
دیارِ دل کے اندھیرے بھی جگمگائے ہیں

میں دل کے بند دریچوں سے دیکھتا ہی رہا
تری جبیں سے نمایاں ہُوا فروغِ سحر
کرن کرن تری زلفِ سیہ کو چھو آئی
چھلک چھلک گئے پھولوں کے شبنمی ساغر

وہ سبز سبز لبادہ، وہ گیسوئے شب رنگ
کہ جن کی چھاؤں میں یادوں کے دیپ جلتے ہیں
یہ نیم شب، یہ خموشی، یہ اجنبی لمحے
ترے وجود کی گہرائیوں میں پلتے ہیں

وہ رات ختم ہوئی تیرے ساتھ ساتھ گئی
بہارِ زیست ترے بعد لہلہا نہ سکی
ہر ایک موڑ پہ تاریکیوں کی بارش ہے
کوئی کرن بھی میرے دل کو جگمگا نہ سکی

طویل شب میں کوئی مرا ساتھ کیا دے گا
چمک چمک کے ستارے بھی ڈوب جائیں گے
یہ سیلِ درد جو ہر لمحہ بڑھتا جاتا ہے
اسی میں شب کے نظارے بھی ڈوب جائیں گے

لپک رہے ہیں ہر اک سمت آتشیں شعلے
دہک رہے ہیں انگیٹھی میں کوئلے اب تک

یہ سرد سرد ہوائیں یہ بیکراں لمحے
خموش ہو نہ سکے دل کے ولولے اب تک

جلی بُجھی سی انگیٹھی کی راکھ میں عشرت
کوئی چراغِ محبّت دبا ہُوا ہوگا
یہ کہہ رہے ہیں انگیٹھی کے آخری شعلے
یہ راکھ سرد اگر ہوگئی تو کیا ہوگا!

❄❄❄

کوئی صفحہ کوئی چہرہ

ہمارے خواب لوٹا دو
کہ اب عمرِ گذشتہ کی ہر اک کھڑکی سے
رہ رہ کر کوئی چہرہ ابھرتا ہے
ہر اک لمحہ بکھرتا ہے
کسی ویران کمرے میں کوئی طوفان اٹھتا ہے
یہی آواز آتی ہے
"ہمارے خواب لوٹا دو"
ہمارے بے کراں خوابوں میں
صدیوں کی رفاقت ہے
کسی کی گُل فشاں رنگیں شباہت ہے
ہمارے روز و شب کی سُرمئی صدیوں پہ کاتب نے

کوئی تحریر لکھ دی ہے
شبِ تنویر لکھ دی ہے
یہ کیسے رنگ بکھرے ہیں
فضا میں کیسی جھلمل ہے
یہ کیسے سُرخ ڈورے ہیں
رگوں میں کیسی ہلچل ہے
ہمیں احساس ہوتا ہے
کہ اب عمرِ گذشتہ کی
ہر ایک کھڑکی سے رہ رہ کر
ہزاروں آشنا چہرے
اشارے کرتے رہتے ہیں
نئے منظر دکھاتے ہیں
نئے رستے سجاتے ہیں
ہزاروں دیپ جلتے ہیں
ہزاروں دیپ بجھتے ہیں
چلو عمرِ گذشتہ کا کوئی صفحہ چُرا لائیں
پسِ پردہ
کسی بھولی ہوئی کھڑکی پہ لہرائیں

❄❄❄

وقت کی چھاؤں میں

زخم رستے رہے دل سلگتے رہے آنکھ جلتی رہی دن گزرتے رہے
وقت کی چھاؤں میں وصل کی ساعتیں
رقص کرتی رہیں گیت گاتی رہیں لحۂ شوق کو آزماتی رہیں
دفعتاً" کس کی آہٹ پہ صدیوں کی سوئی ہوئی سرد چنگاریاں
دل کے آتش کدے میں سلگنے لگیں
جاگتے جاگتے خواب جلنے لگے
مرمریں پھول سے جسم خوشبو لیئے
وقت کی چھاؤں میں کسمساتے رہے
جاگتے جاگتے یہ نظر تھک گئی
یوں اندھیرا رہا یہ سحر تھک گئی

تھک گئیں وصل کی ساعتیں، لٹ گئیں شوق کی جنتیں
وقت کی چھاؤں میں اپنی لاشیں اٹھائے ہوئے زندگی
یوں چلی جا رہی ہے کہ جیسے یہاں کوئی آنسو نہیں کوئی جگنو نہیں
کوئی خوشبو نہیں کوئی جادو نہیں موسمِ گل کا اب کوئی پہلو نہیں
عارضوں کی قسم جگنوؤں کی قسم چاند کی چمپئی چلمنوں کی قسم
موسمِ گُل کا اب کوئی پہلو نہیں
عظمتِ گُل کہاں حسنِ آدم کہاں، شاخ در شاخ اشکوں کی شبنم کہاں
جانے کس راہ میں موجِ گُل کھو گئی شہر در شہر پھولوں کے پرچم کہاں
کوئی جادو نہیں کوئی خوشبو نہیں موسمِ گُل کا اب کوئی پہلو نہیں
وقت کے دوش پر وقت کی چھاؤں میں
اب یہی موسمِ گُل کا عنوان ہے
زخم رِستے رہے دل سلگتے رہے
آنکھ جلتی رہی دن گزرتے رہے

❄❄❄

ہزار جگنو ہزار تارے

ہَوا سسکتی ہے رَو رہی ہے
ہَوا کی بانہوں میں کچھ نہیں ہے
نہ کوئی پتّانہ کوئی بادل
نہ کوئی جگنو٬نہ کوئی آنچل
ہر ایک لمحے کی خامشی میر
نہ کوئی آہٹ٬نہ کوئی ہلچل
ہَوا سے کہہ دو٬اسے بتاؤ
ہر ایک لمحے کی جستجو میں
ہزار صدیوں کی سرد لاشیں دبی ہوئی ہیں
ہَوا سے کہہ دو٬اسے بتاؤ

وہ دیکھو لمحوں کا رقصِ پیہم
ہزار جگنو ہزار تارے
بساطِ عالم پہ چھا رہے ہیں
رواں دواں ہیں جو گُل فشاں ہیں
عروسِ فطرت کے شوخ آنچل میں ضَو فشاں ہیں
کہ جیسے پھولوں کے کارواں ہیں
جوان لمحوں کی داستاں ہیں
ہَوا تڑپتی ہے رو رہی ہے
ہَوا سے کہہ دو کہ اب نہ تڑپے
کہ اب نہ روئے
ہَوا کی بانہوں میں کیا نہیں ہے
شعورِ فکر و نظر کے بادل
بساطِ عالم پہ چھا رہے ہیں
ہزار صدیوں کی سرد لاشوں کو
جیسے اُٹھ کر جگا رہے ہیں

***

آخری پتّا

وہ آج شاخ پہ تنہا بھی ہے اُداس بھی ہے
بس ایک خوفِ مسلسل سے کانپ اٹھا ہے
کہیں بھی دور تک آواز ہے نہ رَستہ ہے
چمک رہا ہے جو سورج وہ ڈوب جائے گا
شبِ بَلا کو وہ کیسے گلے لگائے گا
سیہ کدے میں ہر اک بھولے بھٹکے ساتھی کو
کہاں تلاش کرے گا کہاں بلائے گا
ہَوا سسکتی ہے ویرانوں پہ روتی ہے
نہ جانے کون سی راہوں میں صبح سوتی ہے
خزاں کی نذر ہوئے انگنت حسیں پتّے
بہارِ زیست کے گُلبار احمریں پتّے

ابھر کے کھو گئے سب نقش مٹ گئے پیہم
ہر اک شاخ پہ لرزاں ہے خوں فشاں شبنم
امیدِ دید کے سورج بھی ڈھل گئے آخر
شبِ بَلا سے گلے مل کے جَل گئے آخر
لُٹے لُٹے سے کھڑے ہیں عظیم تر اشجار
نہ کوئی ابر نہ آنچل نہ سایۂ "دیوار"
کدھر کو جائیں ہوائیں وہ کس کا منہ چومیں
کہاں پہ شور مچائیں کہاں پہ سر پٹکیں
فضاء میں کچھ بھی نہیں ہے فقط اُداسی ہے
ہر ایک لمحہ سُلگتا ہے روح پیاسی ہے
زمیں پہ لاشیں ہیں پتّوں کی گھُپ اندھیرا ہے
بہت ہی دور ابھی صبحِ نو کا ڈیرہ ہے
دریدہ شب ہے' اندھیروں میں کچھ نہیں اے دوست
بس اک سکوتِ مسلسل ہے جس میں رہ رہ کر
خزاں کے آخری پتّے کی سرسراہٹ ہے
جو آج شاخ پہ تنہا بھی ہے اُداس بھی ہے

❄❄❄

روشنی کا قتل

(تیسری دنیا کے لئے ایک نظم)

یہ شاداب لمحے یہ گلنار لمحے
ہمیں مل گئے ہیں
خیالوں کی وادی میں پلنے لگے ہیں
ارادوں کے سورج میں ڈھلنے لگے ہیں!
کبھی جب تمنّا کی سرسبز وادی میں آنکھیں کُھلی ہیں
گُل افشاں خیالوں کی محفل سجی ہے
سرِشام شاخوں سے تتلی اُڑی ہے

گھٹاؤں نے جب بھی اشارا لیا ہے
تو پھر کاسنی سُرمئی کھڑکیوں سے
ہمیں چاند چہروں نے جھانکا ہے پیہم
مہکتی رہی ہے نگاہوں کی شبنم
کہیں گمشدہ کوئی بستی ملی ہے
بھٹکتی ہوئی کوئی کشتی ملی ہے
کبھی آخرِ شب جو کھڑکی کھُلی ہے
تو پھر سب ہی لمحے صدی بن گئے ہیں
کبھی سارے لمحے کلی بن گئے ہیں
بدلتی رتوں میں کبھی جب دریچے کھُلے رہ گئے ہیں
شجر برہنہ ہو کے آواز دیتے ہوئے سو گئے ہیں
بہاروں کے خوابوں میں ڈوبے ہوئے ہیں
وہ گُم گَشتہ لمحے جو دل میں اتر کر ابھی تک رواں ہیں
وہ سیّال بے چین بے خواب لمحے مگر اب کہاں ہیں!!
بتا اے مؤرّخ مجھے کیا ہوا ہے
مری آتما کرب کے کس سمندر میں ڈوبی ہوئی ہے؟
سلگتی ہیں آنکھیں بدن جل رہا ہے
دلِ زار تنہا ہے دن ڈھل رہا ہے
کہاں ہیں ہمارے وہ معصوم بچّے؟
پتنگیں اڑاتے ہوئے گُم ہوئے ہیں!
انہیں یہ ہَوائیں نہ جانے کہاں کس جگہ لے گئی ہیں!

گھنے جنگلوں میں انہیں ہم نے ڈھونڈا ہے آواز دی ہے
مگر وہ نہ بولے عجب خامشی ہے!
مؤرخ بتاؤ ہمیں اب بتاؤ
وہ بچے کہاں ہیں؟ انہیں کیسے ڈھونڈیں!
انہیں کیسے سوچیں
کہ شاداب جنگل تو کاٹے گئے ہیں
وہ بچے کہاں ہیں؟
مؤرخ تمہیں کرب کی سرحدوں سے گزر کر
وہ تاریخ لکھنی پڑے گی کہ جس میں
گھنے جنگلوں کی ہر اک شاخ پہ درد کے قافلے ہیں!
جہاں شوخ بچوں کے جھولے جلے ہیں
جہاں کتنی خوش رنگ شاخوں پہ
سانپوں کی پھنکار سے لوگ سہمے ہوئے ہیں
مؤرخ یہ لمحے جواب مل گئے ہیں
ان ہی بیکراں تند لمحوں میں
تاریخ کے گم شدہ بند کمرے ملیں گے
یہاں پر کتابیں جلائی گئیں ہیں
یہاں پر بلائیں بلائی گئی ہیں
یہاں کتنے سفاک چہرے سجائے گئے ہیں
یہاں پر درندے جگائے گئے ہیں
یہاں وحشتیں ہیں یہاں دہشتیں ہیں

کہ زخمی پرندے مرے جا رہے ہیں
عجب بے کسی ہے عجب بے بسی ہے
کہ بے چہرگی کے
سب ہی تازہ زخموں سے خوں بہہ رہا ہے
بصارت ابھی تک بھٹکتی رہی ہے!
یہاں روشنی لڑکھڑاتی رہی ہے

مؤرّخ بتاؤ
ہم اپنے بدن کی جوالا کو کیسے سمندر میں اگلیں
کہ ساحل بھی آخر سرکنے لگا ہے
سمندر بھی ہم سے بچھڑنے لگا ہے
بتاؤ ہمیں اب کہ ہم بے صدا ہیں!
کہ تاریخ کے اس بھٹکتے سفر میں
ہماری کتابوں کے صفحات گُم ہیں
عجیب یہ سفر ہے
کہ انسان گُم ہیں کہ لمحات گُم ہیں
(اس کے بعد)
مؤرّخ نے لمحوں کی تجدید چاہی
بھٹکتی ہوئی روشنی کو پکارا
مگر وہ نہ آئی
مؤرّخ نے الفاظ کے پیکروں کو سجایا
مگر کچھ نہ پایا

مؤرّخ نے بوسیدہ صفحات کو تازگی دی
نئی زندگی دی
ادھورے رہے پھر بھی لفظوں کے پیکر

(اور اب)

یہ وہ دور ہے جس میں انسان کی سوچ محدود ہو کر
خلاؤں میں پیہم بھٹکنے لگی ہے
کہ تاریخ کے فیصلوں میں ہمیشہ
ہر اک نسل تک اک کشاکش رہی ہے
محبّت کی ڈوری الجھتی رہی ہے
بصارت ہمیشہ بھٹکتی رہی ہے

مؤرّخ اٹھو، اب چلیں ہم
کہ اب چاند کا دل دھڑکنے لگا ہے
شبِ تار کے اس تسلسل میں پیہم
یہاں روشنی قتل ہونے لگی ہے
یہاں روشنی قتل ہونے لگی ہے

❄❄❄

شہرِ آشوب

روشنیوں کے شہر کراچی کے لیئے

بستیاں جل گئیں لُٹ گئے کارواں "تم کہاں جاؤ گے ہم کہاں جائیں گے"☆
راہ میں اب نہیں کوئی جائے اماں تم کہاں جاؤ گے ہم کہاں جائیں گے

ہر طرف آج لاشوں کے انبار ہیں روح پہ بوجھ ہے جسم بیمار ہیں
شہر میں کوئی عِفریت ہے درمیاں تم کہاں جاؤ گے ہم کہاں جائیں گے

کھڑکیوں سے کوئی جھانکتا بھی نہیں بند کمروں میں کوئی صدا بھی نہیں
کتنے خاموش ہیں بستیوں کے مکاں تم کہاں جاؤ گے ہم کہاں جائیں گے

شوخ پتّوں کی لاشیں ہیں بکھری ہوئی اب ہوائیں یہاں رقص کرتی نہیں
اب چمن میں نہیں کوئی بھی آشیاں تم کہاں جاؤ گے ہم کہاں جائیں گے

یہ سسکتے ہوئے شبنمی بام و در قتل ہوتی ہوئی گُل فشاں چاندنی
چاند تھرّا گیا سُرخ ہے کہکشاں تم کہاں جاؤ گے ہم کہاں جائیں گے

اپنی بانہوں میں کمزور شاخیں لیئے اپنی آنکھوں میں بیمار راتیں لیئے
ڈھونڈتے ہی رہو گے یہاں جسم وجاں تم کہاں جاؤ گے ہم کہاں جائیں گے

منزلیں کھو گئیں راستے سو گئے پھر بھڑکنے لگے شہرِ جاں کے دیئے
اپنے انجام تک آگئی داستاں تم کہاں جاؤ گے ہم کہاں جائیں گے

❄❄❄

☆ مستعار

تعاقب

(ایک نظم لیوکیمیا Blood Cancer کے مریضوں کے لیۓ)

مچلتا ہوا ایک سیّال قطرہ ہماری رگوں میں
بپھرتا ہوا دوڑتا جا رہا ہے
تعاقب میں کس کے ابھی تک رواں ہے؟
کسے ڈھونڈتا ہے کہاں جا رہا ہے؟
ابھی تو کسی بھولے بسرے جزیرے میں ہم نے
وہ شاداب بستی بھی دیکھی نہیں ہے!
ابھی تو کسی گمشدہ موڑ پر شام نکھری نہیں ہے!
ابھی تو خیالوں کی سب رنگ گُل رنگ کھڑکی
کُھلی بھی نہیں ہے

ابھی تو کہیں سے کوئی جھانکتا بھی نہیں ہے
ہمیں اب کوئی سوچتا بھی نہیں ہے!!
تو پھر کیوں ابھی تک ہے تنہا یہ سیّال قطرہ؟
رواں ہے دواں ہے سفر کر رہا ہے!!
ازل کی پُراسرار وادی سے آکر
ابد کے کناروں پہ ٹھہرا ہوا ہے
اسی سے کہانی مکمل ہوئی ہے
اسی ایک بے چین سیّال قطرے سے یہ زندگی ہے
ہمیں اب یہ احساس ہونے لگا ہے
عجب سلسلہ ہے
یہ سیّال قطرہ جو اب تھک گیا ہے
یہاں سو رہا ہے
اگر چونک کر جاگ جائے گا ہم کیا کریں گے
یہ بھاگے گا ہم کس طرح پھر تعاقب کریں گے!!
یہی ایک قطرہ حقیقت ہے جس سے
یہ گُل رنگ سَب رنگ دنیا بنی ہے
یہ محفل سجی ہے

❄❄❄

دیوتا

شام کی سُرمئی جھیل میں ڈوب کر
اپنے احساس کی کھڑکیوں نے کہا
روشنی کے جزیروں میں کچھ بھی نہیں
روشنی جس سے یادوں کی سرگم ملے
دل کے زخموں کو لمحوں کی شبنم ملے
شاخ درخشاں یوں موجِ گل ہنس پڑے
عظمتِ گل بھی ہو حسنِ آدم ملے
روشنی کے جزیروں میں کچھ بھی نہیں

روشنی وہم ہے روشنی سنگ ہے
تیرگی کے تبسّم کی فرہنگ ہے
خواب در خواب تاروں کے پرچم لیئے
روشنی چاند کی زلفِ شب رنگ ہے
شام کی سُرمئی جھیل میں ڈوب کر
اپنے وجدان کے دیوتا نے کہا
روشنی کے جزیروں میں دیوداسیاں
چاند کے چمپئی رتھ میں بیٹھی ہوئی
منتظر ہیں کہ احساس کی کھڑکیوں سے کبھی جھانک کر
مَن کی نگری کے اشلوک پڑھتا ہُوا
ایک پجاری ملے یا بھکاری ملے

❄❄❄

ایک پل ایک صدی

کبھی صد برگ کی صورت
وہ چنچل کامنی مورت
مرے سپنوں میں بستی ہے
مری آنکھوں میں رہتی ہے
کبھی آشا کی بگیا میں
وہ دیوی مجھ سے ملتی ہے
خیالوں اور خوابوں میں
کوئی پرچھائیں بستی ہے
کوئی چہرہ ابھرتا ہے
کوئی تصویر بنتی ہے

ستارے کسمساتے ہیں

تمنّا آنکھ ملتی ہے
ہر اِک ساعت بچھڑنا ہے
بچھڑ کر یوں ہی ملنا ہے
ہزاروں آتشیں لمحوں میں
جیسے یوں ہی ڈھلنا ہے
شعور و آگہی کے گُم شدہ
بکھرے تصوّر میں!!
حصارِ وقت میں دشتِ تمنّا کے
ہر اِک گہرے سمندر میں
میں اپنی جاگتی آنکھوں سے
خوابوں کو جگاؤں گا
نہ جانے کتنی صدیوں تک
اسے میں یوں ہی سوچوں گا
اسے میں یوں ہی دیکھوں گا

❄❄❄

ہَوا کے ساتھ

ہَوا سوچتی ہے
کہ دریا میں کوئی بھی کشتی نہیں ہے
کہ ساحل پہ کوئی بھی بستی نہیں ہے
ہَوا پوچھتی ہے
وہ خوش رنگ بستی وہ ساحل کہاں ہے
وہ گُل رنگ چہرہ وہ آنچل کہاں ہے
ہَوا ڈھونڈتی ہے
ارادوں کے سورج نگاہوں کے پیکر
شبِ تار میں چاند لمحوں کے پیکر
ہَوا دیکھتی ہے

کہ جذبوں کا کوئی کنارہ نہیں ہے
محبت نے اُس کو پکارا نہیں ہے
ہَوا مر رہی ہے
کہ اب حبس ہے زندگی تپ رہی ہے
کہ اب وقت کی ہر گلی تپ رہی ہے
"ہَوا مر گئی ہے، ہَوا مر گئی ہے" ☆
تمہیں کیا بتائیں کہ کیا رہ گیا ہے
یہ دل بجھ گیا ہے دیا رہ گیا ہے
دِیا اب بجھا ہے تو کیا رہ گیا ہے
شبِ تار کا سلسلہ رہ گیا ہے
سحر کا فقط آسرا رہ گیا ہے
تمہیں کیا بتائیں کہ کیا رہ گیا ہے
ہَوا مر گئی ہے ہَوا مر گئی ہے

❄❄❄

☆ علی محمد فرشی کی ایک نظم کا عنوان

سلسلے

سمندر کیا سمندر کی حقیقت کیا
سمندر سے محبّت کیا
سمندر تو علامت ہے یہاں حرفِ تمنّا کیا
جہاں گُم نام ساحل پر
سسکتی کانپتی بے چین موجوں کو
کوئی رستہ نہیں ملتا کوئی کشتی نہیں ملتی
کوئی طوفاں نہیں ملتا
مسافر سہمے رہتے ہیں
مسافر ڈرتے رہتے ہیں
سمندر اِک صداقت ہے
افق کے درمیان ویران صدیوں کی
جہاں تاریخ کے صفحے نئے چہرے دکھاتے ہیں
نئے منظر بناتے ہیں

کبھی ہم آسماں پر بادلوں کی شکل میں
اپنی ہی تصویریں بناتے ہیں
بناتے ہیں مٹاتے ہیں
کبھی رنگوں کی بارش میں صحیفوں کو
پلٹ کر دیکھ لیتے ہیں
کہ لفظ و آگہی کے درمیاں ٹھہرے ہوئے
گہرے سمندر ہیں
ہمیں آواز دیتے ہیں
ہمیں پیہم بلاتے ہیں
ہزاروں سال کے بکھرے صحیفوں سے
کوئی روشن عبارت جھانکنے لگتی ہے آنکھوں میں
تو بوسیدہ دریچوں سے کوئی سایہ ابھرتا ہے
پسِ پردہ اندھیرے ہم سے کہتے ہیں
ازل کیا ہے ابد کیا ہے!!
یہ روز و شب کے پیہم سلسلے کیا ہیں
اگر یہ سلسلے کچھ دائرے ہیں
وقت کے خونابِ منظر کے
تو پھر کارِ تسلسل کیا؟
عدم کا راستہ کیا ہے؟
شعور و آگہی کا ذائقہ کیا ہے؟

❄❄❄

نیا جنم

(ابدیت کے تناظر میں ایک نظم)

ہزاروں سال پہلے بھی یہ دنیا تھی
جہاں اِمروز و فَردا نے
ازل کے گرم چشموں میں
ہمیں پیہم ڈبویا تھا
نمودِ زندگانی تھی ہماری ہی کہانی تھی
شبِ تازہ کے جھونکوں نے
ہزاروں زرفشاں لمحے بکھیرے تھے
افق پر چاند چمکا تھا

ہزاروں زاویوں سے چاندنی نے ہم کو دیکھا تھا
ہزاروں سال کے سوئے ہوئے جذبوں کو چاہت کو
مسرّت کو لطافت کو محبّت کو
ازل کے سرد چشموں میں بھگویا تھا

ہزاروں سال گزرے ہیں
زمیں کی یوں ہی گردش ہے!
مسلسل یوں ہی بارش ہے!
سمندر میں چٹانوں میں بیابانوں پہاڑوں میں
جو پہلے تھا وہ اب بھی ہے
مگر محسوس ہوتا ہے
بہت ہی تیز طوفاں ہیں
فنا کے بیکراں غاروں میں ہلچل ہے
ہزاروں جاگتی روحوں کے نوحے ہیں
کہ جیسے جسم وجاں تحلیل ہو کر آج بکھرے ہیں
سرکتی جا رہی ہے یہ زمیں خود اپنے محور سے
رواں ہے پھر اسی جانب
جہاں پر آگہی اک رابطہ ہے
وقت کے نیلے سمندر میں
جہاں پہ رقص ہوتا ہے
شعورِ جاں کی موجوں پر

یہی احساس ہوتا ہے
سفر جاری ہے اور اب تک
نہ جانے کتنے نوری سال گزرے ہیں!
ہر اِک جانب خلا ہے اور خلاؤں میں
ابد کے تازہ چشمے ہیں
ابد جو آخری حد ہے فنا کی تند موجوں میں
ابد جو سو رہا ہے وقت کی کالی چٹانوں پر
جہاں بے چین روحیں رقص کرتی گیت گاتی ہیں

نہ جانے کتنے نوری سال گزرے ہیں
بہت ہی تشنہ لب تھے ہم
ابد کے تازہ چشموں سے
بہت سیراب ہو کر آج نکلے ہیں
ہمیں آبِ بقا پھر مل گیا شاید!!
ازل کا پھر دریچہ کُھل گیا شاید!!

❄❄❄

کوئی چہرہ تمہارا ہو

نہ جانے کون سا لمحہ تھا جس میں نیند آئی تھی!!
نہ جانے کیسے سوئے تھے
اگر کار جہاں میں اب کوئی بھی اک صدی باقی ہے
ہم بھی جاگ جائیں گے
کسی ان دیکھے دروازے سے باہر آ کے جھانکیں گے
تمہیں آواز دے گے اور بلائیں گے
نہ جانے کون سا لمحہ ہے جس میں ہم بھی زندہ ہیں

گزشتہ دَور تو کب کا زمیں کی دھول بن کر
سبزہ و گل سے لپٹ کر سو گیا ہوگا
جو لمحہ آج حاصل ہے اسی لمحے میں آ جاؤ
اگر فرصت ملے تو سوچ کر آؤ

کہ فرصت تو رفاقت کے گھنے رستوں سے ہو کر
یوں گزرتی ہے جدائی ساتھ چلتی ہے ملن کے پھول چنتی ہے
مگر وہ پھول اکثر بارشوں میں ڈوب جاتے ہیں
کبھی رستے کبھی چہرے مسافر بھول جاتے ہیں
یہاں تم بھی مسافر ہو یہاں ہم بھی مسافر ہیں
مسافت میں کچھ ایسے بھی تو چہرے ہیں
بصارت جن سے روٹھی ہے
وہی چہرے اندھیروں میں

❖

اگر آواز دیں تم کو بلائیں تو پلٹ کر
دیکھ لینا تم
یہ ممکن ہے کوئی چہرہ شناسا ہو کوئی چہرہ تمہارا ہو
وہ آنکھیں بھی تمہاری ہوں
کوئی بھٹکا ستارہ ہو
تمہیں جس نے پکارا ہے
وہی تم کو بھی پیارا ہو

❖❖❖

انوراگ

جیون میں سگندھ ہے کیسی!
دیوی سے سمبندھ ہوا ہے
جیسے من کا پھول کھلا ہے

❖

سنگھاسن پر
بیٹھ کے مالا جپتے جپتے
ہم نے من کا ارپن کر کے
سپنوں سے ابھاش کی خاطر
ہنس کر جیون تیاگ دیا ہے

❖

من کی جوالا جب بھی بھڑکی
اگنی سے اشنان کیا ہے
چندر جوت نے اکثر مجھ سے
میرے من کا دان لیا ہے

❖

آتم سکھ اور آتم شکتی
من کی دولت من کی بستی

اس کے دوار پہ دیپ جلا کر
بستی کو پہچان لیا ہے

❖

انتر دھان ہے سب کچھ ہم سے
پھر بھی کتنا گیان ملا ہے
ہم تو پرجاپتی نہیں ہیں
پھر بھی یہ سمّان ملا ہے
کوئی سنگاسن مل نہ سکا ہے
جیون سکھ کا دان ملا ہے

❖

دیوی نے پھر بھکشا دے کر
من مندر سویکار کیا ہے
جیون پر اپکار کیا ہے
شاید ہم سے پیار کیا ہے

❖

انوراگ ۔ پیار محبت، عشق حقیقی، جذبہ　　چندر جوت ۔ چاندنی، نور ماہ　　سگندھ ۔ خوشبو
انتر دھان ۔ پوشیدہ　　سمبندھ ۔ رشتہ، تعلق　　پرجاپتی ۔ رعایا کا مالک
سنگاسن ۔ تخت　　سویکار کرنا ۔ قبول کرنا　　تیاگ ۔ قطع تعلق، جدائی
ارپن ۔ نذر، بھینٹ، قربانی　　اپکار ۔ احسان، فیاضی　　ابھاش ۔ گفتگو

گیت

لالی مورے لال کی جت دیکھوں تت لال
لالی دیکھن میں چلی میں بھی ہو گئی لال

(کبیر)

گیت

چُپکے چُپکے، دھیرے دھیرے تم سے ملنے آئیں گے
دور افق کی وسعت میں ہم گردِ سفر بن جائیں گے

چُپکے چُپکے، دھیرے دھیرے

سُندر سُندر کومل کومل سپنوں سے اب جاگو تو
شبنم شبنم جھلمل جھلمل سپنوں سے اب جاگو تو

چُپکے چُپکے، دھیرے دھیرے

آوارہ آوارہ ہم ہیں نیند کہاں ہے، چین کہاں
ہر صبح یہاں، ہر شام وہاں، ہر آن یہاں، ہر آن وہاں

چُپکے چُپکے، دھیرے دھیرے

دل میں ایسی آگ لگی ہے شعلوں کی بارات ہو جیسے
وقت کے پھیلے صحراؤں میں پاگل پاگل رات ہو جیسے

چُپکے چُپکے، دھیرے دھیرے

دل میں جتنے داغ چھپے تھے آج شبِ مہتاب ہوئے
جاگے جاگے سوئے سوئے لمحے پھر بے خواب ہوئے

چُپکے چُپکے، دھیرے دھیرے

قطرہ قطرہ خوں ٹپکا ہے زخموں کی سوغات ہو جیسے
گلشن گلشن دریا دریا خوں گشتہ برسات ہو جیسے

چُپکے چُپکے، دھیرے دھیرے

کالی کالی رات ہے جاناں، صبحِ طرب کی آس نہیں
اب کیا چھین سکو گی ہم سے اب تو کچھ بھی پاس نہیں

چُپکے چُپکے، دھیرے دھیرے
چُپکے چُپکے، دھیرے دھیرے تم سے مل کر جائیں گے
دور افق کی وسعت پر ہم گردِ سفر کہلائیں گے

❄❄❄

گیت

پلکوں پہ غموں کی رات لئے
جب آنکھیں تھک کے سوجائیں!

اور من مندر میں کھو جائیں
ہر شام نئی برسات لئے

آکاش پہ بادل ہنستے ہوں
ہر آن نئے حالات لئے

جب صبح کا سورج گھبرا کر
چُھپ جائے اُفق کے پردوں میں

ہر سمت اندھیرے رقصاں ہوں
پلکوں پہ سنہری رات لئے

اُس لمحے میری ہو جاؤ
اُس وقت یہ دھرتی رُک جائے

یہ چاند ستارے بُجھ جائیں
لمحوں کی چتائیں جل جائیں

اُس وقت تمہاری آنکھوں میں
ہم مر جائیں ہم بس جائیں

پلکوں پہ غموں کی رات لیئے
ہر شام نئی برسات لیئے

ہر آن نئے حالات لیئے
آکاش سے دھرتی مل جائے

لمحات کے سائے جل جائیں
اُس وقت تمہاری آنکھوں میں

ہم مر جائیں ہم بس جائیں

❄❄❄

گیت

پتّی پتّی ڈالی ڈالی تتلی بن کر
آشاؤں کے مندر میں
کس کو ڈھونڈ رہی ہو پیاری؟
کس کی پوجا کرتی ہو؟
کیوں سانجھ سویرے آتی ہو؟
کیوں جیون رس ٹپکاتی ہو؟
یہ جیون تو انیائے ہے
جو سپنوں کی پگڈنڈی پر
مل جائے ہے کھو جائے ہے
اور آشا تو اک ناگن ہے
جو سپنوں کو ڈس جائے ہے

٭٭٭

کس کو ڈھونڈ رہی ہو پیاری؟
بستی بستی جنگل جنگل
چندرما کی کومَل کومَل کرنیں لے کر
پھولوں کی مہکار چھپائے
سپنوں کا سنسار اٹھائے
کس جوگی کو ڈھونڈ رہی ہو؟
کس کی پوجا کرتی ہو؟
نیل گگن کا باسی ہے وہ
یا کوئی شہزادہ ہے
چاند نگر میں رہتا ہے وہ
یا کوئی آوارہ ہے!!

❄❄❄

گیت

آج یہ کیسی آندھی آئی
آج یہ کیسا طوفاں ہے

کِس کو پتہ ہے اس طوفاں میں
کون کہاں رہ جائے گا

کِس کو کِس کا ارماں ہے
آج یہ کیسا طوفاں ہے

ہم نے سپنوں میں دیکھے تھے
آشاؤں کے شیش محل

ارمانوں کے تاج محل
لیکن وہ تو سپنے تھے

سپنوں میں وہ اپنے تھے
سپنوں سے اب جاگے ہیں

گھور اندھیرا چھایا ہے
جس کو اپنا سمجھے تھے ہم

کیا وہ آج پرایا ہے؟
آج یہ کیسا طوفاں ہے

تاج محل کو آگ لگی ہے
کانپ رہے ہیں شیش محل

شب کے تارو کچھ تو بولو
کتنی دور سویرا ہے!!

آج یہ کیسی آندھی آئی
آج یہ کیسا طوفاں ہے!!

❄❄❄

گیت

آوارہ آوارہ لمحو ٹھہرو میری خاطر ٹھہرو
میں بھی کتنے جنم سے اب تک
من مندر میں آشاؤں کی ننھّی ننھّی کلیاں لے کر
نگری نگری پربت پربت
ڈھونڈ رہا ہوں اُس دیوی کو
چندرماں کی کومل کرنیں
جس کو اب تک ڈھونڈ رہی ہیں
میں بھی جیون کی بگیا میں
پھولوں کا سندیسہ لے کر
جنم جنم کی بھکشا لے کر
اُس دیوی کو ڈھونڈ رہا ہوں
جس کے کارن من بگیا میں
سپنوں کا سنسار بسا ہے
مہک رہی ہے ڈالی ڈالی

پھولوں کا سنسار ملا ہے
آوارہ آوارہ لمحو!
جانے کتنے جنم سے ہم تم
سمئے کی تپتی دھوپ میں تپ کر
اب تک یوں ہی گھوم رہے ہیں
تم بھی تھک کر چُور ہوئے ہو!!
میں نے جیون تیاگ دیا ہے!
سمئے کا اب وشواس نہیں ہے
پل دو پل کی آس نہیں ہے!
آؤ کہ اُس دیوی کو ڈھونڈیں
جس کے کارن دھرتی کے سینے میں امرت دھارا ہے
خوشیوں کی انجانی موجیں جس کی خاطر جھوم رہی ہیں!
جیون کے ماتھے پہ جس سے آشاؤں کا تارا ہے
آؤ کہ ہم تم مَن مندر میں
سپنوں کا سنسار سجائیں مَن ساگر میں اُس کو پائیں!!
ناچتے گاتے بین بجاتے آج ہمارے ساتھ چلو تم
اب تو ہم سے آن ملو تم!!
آوارہ آوارہ لمحو!!

❋❋❋

جہان آباد

سر بسر آئنہ خانہ ہے طلسمِ ہستی
آئنہ روز یہاں چہرہ نیا مانگے ہے
(سید معراج جامؔی)

لمحوں کی کلیاں

(عالَم اور سیمؔا کے لیے)

یہ رنگ و دھنک، یہ قوسِ قزح بکھری ہوئی لمحوں کی کلیاں
یہ رات کی بانہوں میں پیہم سمٹی ہوئی لمحوں کی کلیاں

پھر صبحِ طرب کے چہرے پر شب رنگ نظر کا غازہ ہے
کچھ جاگی ہیں، کچھ سوئی ہیں کِھلتی ہوئی لمحوں کی کلیاں

آغازِ سفر کے دامن میں بکھرے ہوئے جگنو چمکے ہیں
آفاق کی وسعت میں جیسے ہر سمت ستارے لپکے ہیں

پھر خوشبوؤں کا ساتھ ہُوا دامان طلب میں کلیاں ہیں
دل گلشن گلشن بہکا ہے کچھ پھول یہاں پر مہکے ہیں

یہ عہد محبت روشن ہے سیمؔا کے لئے عالَم کے لئے
پھولوں کے لئے کلیوں کے لئے بادل کے لئے شبنم کے لئے

گل رنگ فضاؤں نے پیہم پھر سازِ محبّت چھیڑا ہے
پلکوں کے لیئے جگنو کے لیئے پائل کے لیئے سرگم کے لیئے

یہ عہد تو عہدِ زرّیں ہے آنکھوں میں ہزاروں خواب لیئے
پہلو میں گُل افشاں صبح لیئے پلکوں پہ شبِ مہتاب لیئے

ارمان کی رنگیں موجیں ہیں جذبات کی کشتی چلتی ہے
دریائے محبّت میں پیہم ہر ایک سفر پایاب لیئے

ہر لمحہ بکھرتا غازہ ہے ہر لمحہ درخشاں کاجل ہے
ہر لمحہ اپنی وسعت میں آفاق کا رنگیں آنچل ہے

دریائے محبّت سے پیہم ہر موجِ تمنّا کہتی ہے
ہر لمحہ نظر کی شوخی ہے دامانِ طلب کا ساحل ہے

یہ لمحہ آج جو ٹھہرا ہے اب چاند نگر ہو جائے گا
جذبات کے گہرے ساگر میں یہ لمحہ اَمر ہو جائے گا

پھر دل کے درخشاں گوشوں سے رہ رہ کے صدائیں آتی ہیں
اب رات گگن پر چمکی ہے پُر نور سفر ہو جائے گا

❄❄❄

حسین انجم کی نذر

(صاحب طرز، منفرد، معروف شاعر اور دانش ور، مدیر ماہنامہ "طلوعِ افکار" اور میرے عزیز دوست
حسین انجم کے لیے)

ہم سرِ شام ضیاء بار امیدیں لے کر
گُل فشاں شبنمی لمحوں میں ڈھلے جاتے ہیں

کسی صحرا میں بھٹکتے ہوئے ذرّے کی طرح
تیز اور تند ہواؤں میں اُڑے جاتے ہیں

جانے کس سمت چلے جاتے ہیں
آج پھر دور بہت دور چلے جاتے ہیں

آج پھر تلخ حقائق کی گھنی چھاؤں میں
میرے پُر کیف خیالوں کا فسوں ٹوٹ گیا

زندگانی کی کڑی دھوپ میں چلتے چلتے
سانس بھی پھول گئی' راہ میں دم چھوٹ گیا

دو قدم اور ذرا شہرِ نگاراں ہے قریب
لڑکھڑاتا ہوں تو کانوں میں صدا آتی ہے

چپکے چپکے یہ دبے پاؤں مرے ساتھ ہے کون
کس کی آہٹ ہمیں منزل کا پتہ دیتی ہے

محفلِ شعر وسخن' مجلسِ قرطاس و قلم
بزمِ انجم سے ہر اک سمت فروزاں ہیں چراغ

گُل بداماں ہے گُل افشاں ہے "طلوعِ افکار"
اک نئے دور نئی صبحِ درخشاں کا چراغ

وقت تو یوں ہی دبے پاؤں چلا جائے گا
قافلے آئیں گے ٹھہریں گے بکھر جائیں گے

دشتِ تنہائی میں بھٹکے ہوئے بادل کی طرح
کتنے جگنو یہاں پلکوں پہ اتر جائیں گے

کشتیاں یوں ہی رواں ہوں گی ہر اک موج کے ساتھ
بہتے دریا یوں ہی بہتے ہیں گزر جائیں گے

ہم کسی دشت میں بھٹکے ہوئے ذرّوں کی طرح
تیز اور تند ہواؤں میں بکھر جائیں گے

رات کے کاسنی زینوں سے اتر کر یارو!
صبحِ پُرنور کے سینے میں اتر جائیں گے

ہم سرِ شام ضیاء بار ستارے لے کر
گل فشاں شبنمی لمحات میں ڈھل جائیں گے

یہ تغیّر ہی مقدر ہے تو آخر اے دوست
ہم بدلتے ہوئے حالات سے مل جائیں گے

وقت تو یوں ہی دبے پاؤں چلا جائے گا!!
وقت تو یوں ہی دبے پاؤں چلا جائے گا

نذر سیّد معراج جامی

(میرے عزیز دوست سیّد معراج جامؔی کے شعری مجموعہ "روزنِ خیال" کی تقریب پذیرائی کے موقع پر
پر)

عکسِ دل عکسِ جاں جواں غزلیں
شہرِ جامؔی میں گُل فشاں غزلیں

نغمہ و نور کہکشاں غزلیں
سازِ ہستی کی ترجماں غزلیں

روزنِ صبح سے خیالوں تک
جلوہ گر ہیں کہاں کہاں غزلیں

مطلعِ زیست پر اشاروں سے
کہہ گئیں کیسی داستاں غزلیں

اِس طرح پھر افق پہ لہرائیں
جیسے ہوں زلفِ مہوشاں غزلیں

بند آنکھوں میں، بکھری سانسوں میں
چُھپ گئی ہیں کہاں کہاں غزلیں

کِھل گئیں پھر نشاط کی کلیاں
ہوگئیں پھر سمن فشاں غزلیں

آؤ شہرِ غزل میں کھو جائیں
آؤ پڑھ لیں یہ جاوداں غزلیں

کاسۂ دل

(ایک نظم عزیز دوست احمد ہمیش کی نذر اُن کی
خودنوشت سے متاثر ہو کر)

دل یوں ہی بھٹک کر گھبرایا
جب راہ میں اُس کا گھر آیا
آؤ کہ چلو چلتے جائیں

اُس گھر کی طرف چلتے جائیں
ہم اس سے ملیں سب کچھ کہہ دیں!
آؤ کہ چلو اُس گھر کی طرف
وہ گھر جو ابھی تک باقی ہے
ہر لمحہ جہاں آفاقی ہے
اُس گھر میں کوئی تو رہتا ہے
اُس گھر سے کوئی تو رشتہ ہے

صدیوں کے مسافر لمحوں میں
اک کشتی اب تک چلتی ہے
اک بستی اب تک بستی ہے
کچھ پھول جہاں پر کھلتے ہیں
کچھ چاند سے چہرے ملتے ہیں

اس خواب سمندر بستی میں
ہم اس سے ملیں سب کچھ کہہ دیں
ویران سرائے میں جیسے
آوارہ ہواؤں کے جھونکے
آجائیں اچانک چپکے سے
جیسے کہ کبھی بھٹکے بادل
چھا جائیں اچانک چپکے سے
آؤ کہ ابھی ہم اس سے ملیں
ہم اس سے ملیں لیکن اے دل
کچھ بھی تو ہمارے پاس نہیں
اب چاند نگر کی آس نہیں

آکاش کے سائے میں پھر بھی
صدیوں کا پرندہ زندہ ہے
احساس کی تپتی نگری میں
جذبوں کا سفر تابندہ ہے
جینے کا سبب تو باقی ہے
یہ کاسۂ دل آفاقی ہے

❄❄❄

اے جوانِ خوبرو دَردِلم

(نذر عارف انوار الحق)

تم جو آئے ہو تو لوٹ آئے ہیں بیتے لمحے
رقص کرتے ہوئے گاتے ہوئے ہنستے لمحے
پھر ضیاء بار ہوئی جاتی ہیں راہیں پیہم
پھر مہکنے لگی یادوں کی گُل افشاں شبنم
پھر وہی شام ہے اُس شام کی رعنائی ہے
پھر دبے پاؤں کوئی یاد چلی آئی ہے
وہی "مطرا" وہی "روئی" کی گُل افشاں راہیں
پھر مچلتی ہیں شب و روز کی پھیلی باہیں
شہرِ دل شہرِ طرب شہرِ نگاراں ہے وہی
موسمِ گل بھی وہی حلقۂ یاراں ہے وہی
قیصؔر و ثاقبؔ و عارفؔ نے سجائی محفل
انجؔم و کیفؔی و مخلصؔ نے جلائی مشعل

گنگناتے ہیں مروّت کہ غزلخوانی ہے
پھر عظیم ایسے غزلخواں ہیں کہ تابانی ہے
پھر تصور میں چلے آتے ہیں محفوظ و شکیل
اب ہر اک سمت نظر آتی ہے تصویرِ جمیل
پردۂ دِل پہ ابھر آتے ہیں واحد جاوید
اب ہر اِک سمت نظر آتے ہیں واحد جاوید
علم کی شمع جلی ہے کہ ظفر زیدی ہیں
صبحِ نو پھر سے ملی ہے کہ ظفر زیدی ہیں
وقت جو بیت گیا اس کو بلائیں کیسے
اب تصوّر میں کوئی شام سجائیں کیسے
وقت تو یوں ہی گزرتا ہے گزر جائے گا
کون آئے گا یہاں کون کدھر جائے گا
یہ شبِ تار ڈھلے گی جو ملو گے عارف
صبحِ پُر نور ملے گی جو ملو گے عارف

❋❋❋

تراجم

ISHRAT ROOMANI

Lost Together

How long I have slept?
Twenty. thirty. forty years. or a century!
With dwelling of passion. love and desire
In a crimson coated lonely room.

I woke up and found.
World is tight, small and restless.
I cannot weep, I cannot breathe, I cannot sink.

Then I thought.
For whom the lotus opens the eye!
For whom the window utters the sound!
Then it happened. lost in wilderness I met a vagrant thirsty deer.
And I read in his sleepy eyes, the thundering, rolling. creeping storms: written on winds. carved on stones.

I ran after him. fast and fast.
And at last we stopped together.
Our eyes met and crossed the woven line of time.
Splashing and flowing the juicy lime!

Then I thought.
Who can sleep and cross the dreams!
Who can touch the shining beams!

For centuries I and deer have run and thought.
And together we are lost. lost and lost.

ترجمہ: شفیق الدّین شارَق

دونوں گُم ہوگئے

Lost Together

ہے اک جذبہ والفت و آرزو کا مکاں
کہ جس میں ہے تنہائیوں سے بھرا ایک کمرہ الگ
جو ہے قرمزی رنگ کا
اسی میں نہ جانے میں سوتا رہا کب تلک
بیس، تیس، چالیس برس کچھ زیادہ یا کہ پوری صدی
مرے جاگنے کی گھڑی
جب آئی تو دیکھا کہ دنیا بہت تنگ ہے
بہت مختصر اور بے چین ہے
نہ میں رو سکوں
نہ میں سانس ہی لے سکوں
نہ ممکن رہا میرے دل کے لیے ڈوبنا
یہ پھر میں نے سوچا، یہ میں سوچتا ہی رہا
کنول کھولتے ہیں جو آنکھیں تو کس کے لیے!
دریچے بھی بجتے ہیں کس کے لیے!

یہ میں سوچتے سوچتے کھو گیا
مگر بعد میں کیا ہُوا؟
کہ صحرا میں آوارہ تشنہ ہرن اک ملا
تو میں نے پڑھا بوجھل آنکھوں میں اس کی وہ طوفان جو
گرجتے ہوئے اور لڑھکتے ہوئے رینگتے رینگتے
ہواؤں پہ لکھے گئے اور پھر نقش وہ پتّھر پر ہوئے
مگر جلد ہی اس نے جب رَم کیا
نہ جانے میرے جی میں کیا آئی' دوڑا میں اُس کی طرف
بہت تیز اور اس قدر تیز بھاگا اُسے جالیا
کسی ایک جگہ دونوں ساتھ رُکے
ہماری نگاہیں ملیں
تو وہ وقت کے تانے بانے سے گزریں مگر اس طرح
رسیلا پن ان کا چھلکتا رہا اور بہتا رہا!!
یہ پھر میں نے سوچا' یہ میں سوچتا ہی رہا
کوئی نیند میں جا کے کس طرح خوابوں سے گزرے بھلا!
کوئی چھوئے کیسے شعاعیں چمکتی ہوئی!!
جو صدیوں سے میں اور ہرن دوڑتے بھاگتے ہی رہے
مگر اپنی سوچوں سے باہر نہ نکلے کبھی
سو ہم دونوں گُم ہو گئے ساتھ ساتھ
اس اک جذبہ و اُلفت و آرزو کے بیابان میں

❄❄❄

ترجمہ: ظہیر مشرقی کلکتوی

گُم گشتگی

Lost Together

کتنی دیر میں سویا؟
چالیس برس یا ایک صدی تک سویا
کچھ جھوٹے خوابوں سے اپنے ویراں گھر کو سجا کر
کچھ معصوم ارمانوں کو سینے سے اپنے لگا کر
قرمزی رنگ کے اک تنہا کمرے میں غافل سویا
لیکن جب میں نے آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھا
دنیا تنگ اور چھوٹی سی تھی جس میں دل کو چین نہ تھا
گانا بھی ناممکن تھا اور رونا بھی
سانس بھی لینا میرے واسطے کچھ آسان نہ تھا
لیکن میں نے اس نکتے پر غور کیا
کس کے لیئے یہ پھول بنفشے کا روزانہ کھلتا ہے؟
روزن و در آوازیں دے کر کس کو بلاتے رہتے ہیں؟
پھر اپنے کمرے سے بے تابانہ میں باہر نکلا
اور ایک ہرن کو دیکھا۔ کھویا ہُوا سیلانی سا جو بھوکا بھی تھا پیاسا
بھی
جس کی خواب آلود آنکھوں میں، میں نے جب جھانکا تو پڑھا
ایک گرجتے طوفاں کا پرشور انداز
لکھا تھا جو ہواؤں میں اور کندہ تھا جو چٹانوں میں

اس کے تعاقب میں، میں دیوانے کی صورت دوڑ پڑا
دور کہیں ہم دونوں تھک کر چور بیٹھ گئے
پھر پیار بھری نظروں سے اسے میں نے دیکھا
اور اس کے بعد
وقت کے تانے بانے میں ہم دونوں مل کر
جامِ حیات کو کھنکاتے چھلکاتے رہے
پھر میرے دل میں فوراً" ایک خیال آیا
کون بھلا ایسے میں سوئے اور خوابوں میں وقت گنوائے
کون بھلا رنگیں کرنوں سے کھیل کے اپنے جی کو جلائے
القصہ میں اور ہرن صحرائے حیات میں صدیوں تک
دوڑا ہی کئے بھاگا ہی کئے اور پھر اک دن ایسا آیا
جب وقت کی بھول بھلیّوں میں ہم
وارستہ روز و شب ہو کر آزاد ہوئے
اور نام و نشان تک کھو بیٹھے
یوں ہم دونوں گم ہو بیٹھے

❄❄❄

ترجمہ: شاہین فصیح ربانی

باہم گُم گشتہ

Lost Together

کتنا سویا ہوں میں؟
بیس، تیس، چالیس برس
یا پھر ایک صدی!
جذبوں، پیار اور خواہش کے مسکن کے ساتھ
قرمزی رنگ کے ایک اداسی بھرے کمرے میں تنہا
سوتا رہا ہوں!
جب بیدار ہُوا تو میں نے دیکھا
دنیا ہے کتنی تنگ!
چھوٹی اور بے کیف!
رو ہی سکتا ہوں نہ گا سکتا ہوں
سانس بھی لینا ہے مشکل!
پھر اس موج نے میرا دامن تھام لیا
کس کے لیئے آنکھیں وَا کرتا ہے۔ پھول کنول کا؟
کس کو کھلے دریچے آواز دیتے ہیں؟
پھر ایسا ہُوا
صحرا میں کھویا ہُوا
ایک بھٹکا اور پیاسا ہرن مجھے ملا
میں نے اس کی نیند سے بوجھل

آنکھوں میں جھانکا تو دیکھا
طوفان گرجتا' دل دہلانے والا
تحریر ہواؤں پر 'کندہ چٹانوں پر
میں دیوانہ وار تعاقب میں اس کے
چل نکلا۔۔ تیز بہت تیز
ہم دونوں ہی ٹھہر گئے
پھر جو ہماری آنکھیں چار ہوئیں
وقت کے تاروں کے پار ہوئیں
اک آبِ حیات کا چشمہ پھوٹ پڑا
تب میں نے سوچا
نیند میں کھو کر۔ خوابوں کے پار اتر سکتا ہے کون؟
جھلمل جھلمل کرتی کرنوں کو چھو سکتا ہے کون؟
صدیوں تک۔ میں اور ہرن!
اسی سوچ میں گھومتے پھرتے
جانے کہاں پر کھو گئے ہیں!
بے نام و نشاں سے ہو گئے ہیں!

❄❄❄

ISHRAT ROOMANI

Scattered Moments

open the window, come, come, come,
come and dance to and fro
Touch the rosy scented moments,
kiss the floral, scattered moments.

Forget the past, the past is dead,
open the window, paths are red.
See the dancing, parting waves,
touch the glittering waving rays.

Love and delight, flowers and thorns,
kiss them, touch them, do not mourn
do not mourn on thorny nights,
do not catch the vagrant kites.

Beneath the dancing, parting waves,
the mermaids live in scented caves.
Let us go and dance with waves,
let us catch the silver rays.

Open the window, see, see, see,
sun is rising behind the tree.

تخلیق: عشرت رومانی

ترجمہ: شفیق الدّین شارق

منتشر لمحے

Scattered moments

چلے آؤ، چلے آؤ
اور آکر کھول دو کھڑکی
چلے آؤ اور آکر رقص فرماؤ
یہ لمحے جو معطّر ہیں گلابوں سے
انہیں چھولو، انہیں چومو
یہ ہیں بکھرے ہوئے پھولوں کی صورت منتشر لمحے
جو ماضی مرچکا ہے کیوں نہ اس کو بھول ہی جاؤ
یہ کھڑکی کھول کر دیکھو
ڈھکے ہیں سرخ قالینوں سے جیسے راستے باہر
ذرا دیکھو تو یہ اٹکھیلیاں کرتی ہوئی لہریں
یہ کرنیں، موج میں آئی ہوئی کرنیں
چمکتی ہیں، دمکتی ہیں، انھیں چھولو

محبّت اور خوشیاں، پھول اور کانٹے
انھیں چھولو، انھیں چومو
کرو ماتم نہ کچھ شب ہائے ہجراں کا
نہ پکڑو تم ہواؤں میں ان آوارہ پتنگوں کو

اچھلتی کودتی امواج ہیں رقصاں
اور ان کے نیچے گہرائی میں جا کر
ہے خوشبودار غاروں میں عجب منظر
وہاں رہتی ہیں جل پریاں
چلو ہم بھی چلیں اور ساتھ موجوں کے
خوشی سے مست ہو کر رقص فرمائیں
اور ان رو پہلی کرنوں کو
پکڑ کر خود سے چمٹا لیں

یہ کھڑکی کھول دو اور غور سے دیکھو
طلوع اک پیڑ کے پیچھے سے سورج ہو رہا ہے

❄❄❄

ترجمہ: شاہین فصیح ربانی

بکھرے لمحے

Scattered Moments

کھولو ذرا دریچہ آؤ آؤ، آؤ، آؤ!
آؤ! کہ رقص کریں ہر سو اِدھر اُدھر ہم
لبریز خوشبوؤں سے لمحوں کو چھو کے دیکھیں
پھولوں کی طرح بکھرے لمحوں کو مِل کے چومیں
مدفون ہو چکا ہے، ماضی کو بھول جاؤ!
کھولو ذرا دریچہ!

دیکھو کہ راستے کیا خوش رنگ ہو رہے ہیں
اور آتی جاتی لہروں کو رقص کرتے دیکھو!
لہراتی جگمگاتی کرنوں کو چھو کے دیکھو!
الفت بھی ہے خوشی بھی، کانٹے بھی پھول بھی ہیں
چھولو انہیں خوشی سے، چوموانہیں خوشی سے
کانٹوں بھری شبوں کا ماتم نہیں کرو تم!
آوارہ ثانیوں کا پیچھا نہیں کرو تم!
ان آتی جاتی رقصاں لہروں کی تہہ میں دیکھو
پریوں کا جو ہیں مسکن
ان خوشبوؤں میں ڈوبے غاروں میں بھی تو جھانکو
آؤ کہ رقص کرلیں لہروں کے ساتھ ہم بھی
آؤ کہ مل کے بکھیں کرنیں حسیں روپہلی
کھولو ذرا دریچہ اور جھانک کر تو دیکھو
پیڑوں کی اوٹ سے وہ سورج ابھر رہا ہے!

تخلیق و ترجمہ: عشرت رومانی

بکھرے لمحے

SCATTERED MOMENTS

کھڑکی کھولو آؤ، آؤ
آؤ کہ ہر جانب ہم سب
رقص کریں پھر رقص کریں
آؤ گلابوں کی خوشبو سے
مست و معطّر لمحے چھولیں
آؤ کہ بکھرے پھولوں کے سب لمحے چومیں

ماضی کو اب بھول ہی جاؤ ماضی تو مدفون پڑا ہے
کھڑکی کھولو باہر دیکھو رستے کتنے سرخ ہوئے ہیں
دیکھو بھاگتی ناچتی موجیں
آؤ یہاں بل کھاتی چمکیلی
کرنوں کی لہریں دیکھو، ان کے خواب آنکھوں میں بساؤ
ان کو پکڑ لو، ان کو چھولو

خوشیاں بھی ہیں محبت بھی ہے
پھول بھی ہیں اور کانٹے بھی ہیں
آؤ اور آ کر ان کے لمس کی لذّت میں گم ہو جاؤ
کانٹوں میں جو ڈوب گئی ہیں

ان راتوں کا ماتم کیسا!!
آوارہ لمحوں کے پیچھے بھاگنے کی کوشش
اور اس میں ناکامی کا غم مت کرنا

آتی جاتی رقصاں موجوں کے سینوں میں جھانک کے دیکھو
دیکھو دیکھو خوشبوؤں میں ڈوبے غاروں کی گہرائی
جن میں جل پریاں رہتی ہیں!!
آؤ کہ ہم سب چلتے جائیں رقص کریں موجوں کو چھولیں
آؤ رو پہلی کرنوں کو آگے بڑھ کر زنجیر کریں
کھڑکی کھولو دیکھو دیکھو
دور درختوں کے دامن میں
سورج نے آنکھیں کھولی ہیں

❄❄❄

ISHRAT ROOMANI

CANDLE AND SPARKS

The eyes weep, the heart throbs
the wind signals the tidy knob
the horizon glitters
the moon is sighted
deep in heart
a candle is lighted..

The pearls swim,
the ocean sings
the rays spark
the endless wings.
Who shall move
faster and faster?
To catch the shaded bluish dreams
to dub the dying, shattered screams
To break the tide and roaming waves.
To paint the restless lonely caves
the world has seen love and hatred,
where children play with sobbing dolls,
the dolls of creeping oozing poverty,
that creeps slowly, awakes and rolls,
where famine persists and draught exists,
where pages of history
are shaded by mists.

Where people starve, die and weep
where wisdom shivers and knowledge creeps.

Shrouded with endless sparks of atom
the mighty roaring missiles hit,
hit the cities, field and oceans,
the dews roll, in countless motions.
Who shall move faster and faster?
to bridge the gap of restless notions!

To catch the dying
rays of dreams,
to watch and catch
the burning beams.

تخلیق: عشرت رومانی

ترجمہ: شفیق الدین شارق

شمع اور شرارے

CANDLE AND SPARKS

جو آنکھیں ہیں وہ روتی ہیں
جو دل ہے وہ دھڑکتا ہے
ہَوا دیتی ہے دروازے پہ دستک
گھما کر صاف ستھرے ہینڈل کو
افق اپنی جگہ پر جگمگاتا ہے
ابھرتا ہے فلک پر چاند جب اپنی بلندی پر
تو ہو جاتی ہے گہرائی میں دل کی شمع اک روشن

جو موتی ہیں وہ بجتے ہیں
سمندر گیت گاتا ہے
شعاعیں مہر کی اپنے شرارے چھوڑ جاتی ہیں
بڑھے گا کون آگے اتنی تیزی سے
جو پکڑے جا کے نیلے نیلے زیرِ سایہ خوابوں کو
جو خود مرتی ہوئی اور ٹوٹتی چیخوں کو معنی دے
جو رو کے تند و آوارہ موجوں کو
کرے تصویر جو بے چین تنہائی کے غاروں کو

محبت اور نفرت دیکھ لی ہے اہلِ دنیا نے
یہاں بچّے بڑی معصومیت سے کھیلتے ہیں
کھلونے ٹوٹے پھوٹے ہیں تو گڑیاں آہیں بھرتی ہیں
غریبی رینگتی ہے کس قدر آہستہ آہستہ
کہیں ڈیرہ جما لیتا ہے قحط اپنا
کہیں آنسو بھی پی جاتی ہے آخر خشک سالی
یہاں تاریخ کے اوراق ہو جاتے ہیں کہُر آلود
یہاں بھوک اور موت اور گریہ غالب ہے
یہاں ہے عقل لرزیدہ
مقدّر علم کا ہے رینگ کر چلنا

جلو میں لے کے لاتعداد ایٹم کے شراروں کو
بڑی طاقت کے میزائل گرجتے ہیں
جو شہروں اور کھیتوں کو فقط برباد کرتے ہیں
سو شبنم اس تباہی پر بہت آنسو بہاتی ہے
بڑھے گا کون آگے اتنی تیزی سے
جو ان بے چینیوں کے اس خلاء کو
کرے پُر، باندھ کر اک پُل
کہ پکڑی جائیں خوابوں کی سبھی مرتی ہوئی کرنیں
کہ پکڑی جائیں وہ جلتی شعاعیں جو جلاتی ہیں

❄❄❄

تخلیق و ترجمہ: عشرت رومانی

چراغ اور چنگاری

CANDLE AND SPARKS

نگاہیں آج روتی ہیں کہ پیہم دل دھڑکتا ہے
ہواؤں کا اشارا ہے کہ پیچ و خم ہیں لمحوں کے
افق پر جگمگاہٹ ہے وہ دیکھو چاند ابھرا ہے!
وہ دیکھو شمع جلتی ہے اجالا ہی اجالا ہے!

بکھرتے تیرتے موتی ہیں سطحِ آب پر اب تک
سمندر کسمساتے ہیں کہ کرنوں کی چمک نے پھر
وہی بازو بکھیرے ہیں جو لامحدود ہیں لیکن
چلو ہم تیز تر پرواز کر جائیں
چلو ہم نیلگوں خوابوں کی چھاؤں تھام لیں مل کر
فضا میں جتنی آہیں اور چیخیں ہیں
انہیں ہم دوسرے پیکر میں پھر ڈھالیں

چلو آوارہ موجوں کے ہزاروں دائروں کو۔۔۔۔ جزر و مد کو۔۔
توڑ دیتے ہیں
مسلسل کربِ تنہائی سے مضطر، خواب میں ڈوبے ہوئے
غاروں میں پھر سے رنگ بھرتے ہیں
یہ دنیا ہے یہاں نفرت محبت ہم نے دیکھی ہے

جہاں بچّے سسکتے کانپتے بکھرے
کھلونوں سے بہلتے کھیلتے رہتے ہیں ہر لحہ
کھلونے وحشتِ غربت کے
کھلونے رینگتے عِفریت کے مانند
آنکھیں کھول کر پیہم لپٹتے ہیں زمینوں سے
جہاں پر قحط ہے طوفان ہے اور خشک سالی ہے
جہاں تاریخ کے صفحات دُھندلے ہو گئے ہیں
کُہر پھیلی ہے!!
جہاں فاقہ کشی ہے خون کے آنسو ہیں مرگِ ناگہانی ہے
جہاں فہم و فراست دم بخود ہے عقل لرزاں ہے
جہاں ایٹم کے تودے
موت کے خونیں لبادے اوڑھ لیتے ہیں
جہاں چنگھاڑتی میزائلیں
شہروں میں میداں میں سمندر میں
اچھلتی ناچتی ٹکراتی رہتی ہیں!!
اٹھو دیکھو، اٹھو دیکھو
کہ اب شبنم کے قطرے کیسے لرزاں ہیں
یہ کہتے ہیں
بتاؤ کون اب آگے بڑھے گا تیز تر ہوگا
جو افکارِ پریشاں آج بکھرے ہیں
انہیں یکجا کرے گا، پھر ملادے گا

تو پھر وہ کون ہے جو اپنے خوابوں کی
سسکتی کانپتی دم توڑتی کرنوں کو بڑھ کر
آج تھامے گا؟
ستونِ شب جو شعلوں میں گھرے ہیں
اُن کو دیکھے گا
تو پھر وہ کون ہے دیکھو!!

❄❄❄

ISHRAT ROOMANI

DESERTION IN AUTUMN

Alone on tree, sad and deserted
They think and shiver
They walk in past, they walk in future
Unknown fears crawl together
The sun glitters, but to fade
In this darkness--- spirit is sealed
No more slumbers, no more sleep
Above and above, here and there
Comes the sphinx

Near it comes, comes to sting.
The air sobs, sobs and weeps
Saucy and young, countless leaves
devoured by autumn, recall the past
No trace of spring, sweet warbling of nightingale
no more there, no more elegance, no more delights
Where are gone, the twinkling lights?

Here and there, everywhere
The dews bleed the air murmurs
Shrouded in musks, the shrubs cry
High and mighty, countless trees
Are left alone, are left deserted.

Winds shall come! But for whom?
It shall rain on the dome!
But for whom?
Where to weep? Where to sob?

The moonless absence was never heard
The gale predicts the fall of night
But between--- the night and dawn
A pitch of mist fills the air
Sky can unfold to free the dusk
But alas! But alas!
No star can hold a soul alone.

ترجمہ: شاہین فصیح ربانی

زرد رُت میں بے وفائی

Desertion in Autumn

تنہا کسی شجر پہ مغموم اداس بیٹھے
وہ صیدِ بے وفائی کیا جانے سوچتے ہیں؟
کیوں جانے کانپتے ہیں؟
ماضی میں جھانکتے، مستقبل میں دیکھتے ہیں
انجانے خوف دل میں رہ رہ کے آ رہے ہیں
سورج چمک رہا ہے لیکن وہ زرد سا ہے
اور روح ہو گئی ہے اس تیرگی میں پابند
نیندیں اُچٹ گئی ہیں اور خواب کھو گئے ہیں
ناکامیوں پہ جیسے سب لوگ ہنس رہے ہیں
بوالہول کی طرح سے مجھ کو ڈس رہے ہیں
بوالہول آ رہا ہے!
نزدیک آ گیا ہے اور ڈسنا چاہتا ہے!
پتے جواں رسیلے اور ان گنت خزاں نے
برباد کر دیئے ہیں، ماضی کو ڈھونڈتے ہیں
فصلِ بہار کا بھی کوئی نشاں نہیں ہے
بلبل بھی گلستاں میں اب نغمہ خواں نہیں ہے
وہ شان و شستگی وہ خوشیاں کہیں نہیں ہیں
کرنیں وہ جھلملاتی جانے کہاں گئی ہیں؟
پَت جھڑ یہاں وہاں ہے ہر سو یہی سماں ہے
روتی ہے خونِ شبنم اور غمزدہ ہوا ہے!

خودرَو سی جھاڑیاں بھی لبریز خوشبوؤں میں
چلاّ رہی ہیں۔۔ دیکھو
اونچے دیو پیکر اور ان گنت شجر بھی
یہ صیدِ بے وفائی، تنہا سے رہ گئے ہیں
آئیں گی پھر ہوائیں، لیکن وہ کس کی خاطر؟
اور گنبدِ فلک پر چھائیں گی پھر گھٹائیں
سوچو تو کس کی خاطر؟
روئیں تو کس جگہ پر؟ سسکیں کہاں پہ جا کر؟
ہے ماہ رات ایسی دیکھی نہ ہی سنی تھی!
کب دیکھیے ہو پوری، آندھی کی پیش گوئی؟
ہے رات جانے والی!
اِس رات اور سویرے کے درمیان لیکن
اک دُھند سی ہَوا کو پُر نم بنا رہی ہے
گر آسمان چاہے
اِس دُھند لکے کو یکسر معدوم کر کے رکھ دے
افسوس ہے مگر یہ!
تنہا کوئی ستارا
اک روح کو سنبھالے۔۔ رکھتا نہیں ہے یارا

❄❄❄

ISHRAT ROOMANI

LAMP POST

To read the night, the eyes peep
through lonely windows and closed blinds.
The ruthless winds have scattered thorns
mixed with grieves on cloudy minds.

Far from the galaxy of creeping moon
the bunch of roses light the air
a bucket of knitted, velvet love.
Near and near, above and above
beneath the floral deserted path,
the restless motions sparkle the flame
and wind dissolves the zig-zag grooves.
Time has bent the floral moves.

Half alive, half dead, the chilly moments
chime together, behind the shaded sleepy lanes.
The call to window echoes back
the shaded eyes reflect the past,
all that is left, all that is gone,
devoured by time, swallowed by withering crimson lamps
the look on curtain leaves no track.
Wind shall find an unread book, and endless dots,
to read in vagabond, lonely nights,
beneath the flickering- clustered lamps.

ترجمہ: شفیق الدین شارق

لیمپ پوسٹ

Lamp Post

یہ تنہائی کی ماری کھڑکیاں ہیں
انہیں ڈھانکا ہُوا ہے بند پردوں نے
نگاہیں جھانکتی ہیں ان کے پیچھے سے
شبِ تاریک کے اندر
کہ شاید کچھ دکھائی دے
ہوائیں تیز اور بے مہر ہیں باہر
انہوں نے جابجا کتنے
بکھیرے ہیں غم وافسوس کے کانٹے
جو فکر آلود ذہنوں میں
بہت چبھتے ہیں اور آواز دیتے ہیں
دبے پاؤں ابھرتے چاند کے جھرمٹ سے دوری پر
گلابوں کا کوئی گچھا
ہوا کو روشنی دیتا ہُوا سا لگ رہا ہے
دل وجاں سے بنی مخمل محبّت کی
یہ لگتا ہے بہت نزدیک ہے' ہرچند اوپر ہے
مگر پھولوں بھری متروک راہوں سے بہت نیچے
وہیں بے چین لہراتے ہوئے شعلے بھی روشن ہیں
جہاں پیچیدہ جھرّیاں حل ہوئی جاتی ہیں جھونکوں میں ہوا کے

جھکایا وقت نے پھولوں کی مستانہ اداؤں کو

یہ سایہ دار خواب آلود گلیاں

کہ جن کے عقب میں یہ نیم زندہ، نیم مردہ اور خنک لمحے

کسی مخصوص لے میں گھنٹیاں مل کر بجاتے ہیں

دریچے کو پکار آتی ہے اور پھر لوٹ جاتی ہے

ملول آنکھوں میں پھر سب عکس ابھر آتے ہیں ماضی کے

جو پایا ہے، جو کھویا ہے

ہُوا وہ سرخ بجھتی روشنی میں گم

بنا خوراک دوراں کی روانی کا

مگر کھڑکی کے پردے پر

نشانی کچھ نہیں چھوڑی نگاہوں نے

ہوا پائے گی اک ایسا صحیفہ

کسی نے بھی نہیں جس کو پڑھا ہوگا

اور اک نقطہ، نہیں جو ختم ہوگا

ان آوارہ مگر تنہا سی راتوں میں

ہوا اس کو پڑھے گی جھلملاتی روشنی میں

❄❄❄

ISHRAT ROOMANI

TIME AND TIDE - REINCARNATION

Million of years ago we came
Washed ashore, we left our prints
(A thrill in mind and mist in eyes)
We used to think of unknown days
Of unknown nights
Of unborn children, of chilly sights
A touchy scene sprinkless our eyes,
The twinkling thoughts are washed away
Awaken by thoughts, the calls of past
Creep together, the by gone days chime together,
they ring and ring and ring
Till we open the eyes of dreams,
We pull the shutters, we putt off lights
The summer of youth has passed away
A prism of light fills our eyes
The time machine pulls us back, back and back
And we are lost--- lost and lost
Billion of years ago we are gone
Million of years ago we came.

ترجمہ: شفیق الدین شارؔق

وقت اور مدّوجزر۔۔ احیائے تجسیم

Time and Tide - reincarnation

ہوئے لاکھوں برس جب ہم یہاں آئے
نقوشِ پا ہمارے دھو دیئے ساحل کی لہروں نے
ہمارے ذہن میں اک تھرتھری سی ہے
اور آنکھوں میں نمی سی ہے
بہت سوچا ہے انجانے دنوں کو اور راتوں کو
اور اُن بچوں کو افسردہ مناظر کے
جو اس دنیا میں آئے تک نہیں تھے
چھڑک جاتا ہے اک حساس منظر اپنی آنکھوں پر
جو سوچیں جگمگاتی ہیں
وہی دُھل جاتی ہیں اشکوں سے
جو ماضی کی ہیں آوازیں
انہیں سوچیں جگاتی ہیں
گئے دن رینگتے ہیں اور مل کر گھنٹیاں اپنی بجاتے ہیں
بجاتے ہی چلے جاتے ہیں جب تک ہم
نہ کھولیں اپنی خواب آلود آنکھیں، پھر
دریچوں کے گرا دیتے ہیں پردے
دیے سارے بجھا دیتے ہیں کمرے کے
جوانی کا جو موسم تھا وہ ماضی ہو گیا ہے
ہمیں "کل" ☆ وقت کی لیکن لیئے جاتی ہے پیچھے کو
سو کھو جاتے ہیں ہم پہنائے لامحدود میں اس کی

چلے جاتے ہیں اربوں سال پہلے کی طرف ہم
مگر جب ہم یہاں آئے
ہوئے لاکھوں برس اس کو
سو آنے کے زمانے سے زیادہ ہے
یہ جانے کا زمانہ
ہے مدّ و جزر بحرِ وقت بھی حیران کُن کتنا
ہم آئے جس قدر آگے
گئے اس سے کہیں پیچھے

❄❄❄

☆ مشین

ISHRAT ROOMANI

SHADES AND STEPS

Your reflection leaves no track
again it is back.
When evening touches the air
an endless whistle throbs the stairs.

I hear your footsteps
you are coming, you have come,
the blushing smiles at doorsteps.

And suddenly the eye touches the mirror,
I lean across the rosy stairs,
it all reflects the passions and joys
the wishes, the hopes, the shining toys.

A step forward _____ to touch you
More steps _________ to meet you.

And suddenly
An stir in the air, the mirror cracks,
Your rosy presence _____ leaves no track.

Again you are back
Again no track.

اردو ترجمہ: سہیل غازی پوری

نقش اور عکس

Shades and steps

تیری یاد کے عکس نے
کوئی نقش نہ چھوڑا
تو پھر چلی گئی
جب چھوتی ہے شام ہوا کے بازو کو
دل کی دھڑکن ہو جاتی ہے تیز

❖

پھر میں سنتا ہوں قدموں کی چاپ
جیسے تو آئی، تو اب آئی
آخر تو آ جاتی ہے
باب آئینہ کے پاس
شرم سے گالوں پر بکھرائے
ایک تبسم کی سرخی
پھر آئینے کا پس منظر

سامنے آ جاتا ہے میرے
رنگا رنگ امیدوں اور خوشیوں کا عکس لیے
قدم بڑھا کر
چاہتا ہوں میں تجھ کو چھونا
تجھ سے ملنا

❖

لیکن اگلے ہی لمحہ
تیز ہوا کی لرزش سے
آئینے کی سطح شکستہ ہو جاتی ہے
مٹ جاتا ہے نقش تیرا
پھر کوئی عکس نہیں رہتا

❖

عدم آباد

میں کیسے ٹھہروں کہ رکنے پہ اختیار نہیں
سفر نصیب ہے میرا مجھے پکار نہیں

(سید معراج جامی)

روئے بہار خاک ہوا

(امریکی اداکارہ مارلن منرو کی خودکشی پر)

وہ شوخ شوخ وہ رنگین وخوشنما تتلی
جوپھول پھول پہ رقصاں تھی، گنگناتی تھی
ہجومِ کیفِ بہاراں سے جھوم جاتی تھی
جو ضَو فشاں تھی ستاروں میں جگمگاتی تھی
زمیں پہ چاند ستاروں کے گیت گاتی تھی
وہ شوخ شوخ وہ رنگین وخوشنما تتلی
کچھ اس طرح سے ملی گم ہوئی خلاؤں میں
افق کی دُھند میں، کھوئی ہوئی ہواؤں میں
کہ دور دور تک اُس کا پتہ نہیں ملتا
اب اُس کے نام پہ غنچہ کوئی نہیں کھلتا
چمن سے ہوگئی کچھ اس طرح جُدا تتلی
وہ شوخ شوخ بہاروں کی ہر ادا تتلی
مثالِ زلف پریشاں بنا کے چھوڑ گئی
چمن کی راہ دکھائی، دکھا کے چھوڑ گئی
بہارِ دل سے ہوئی اس طرح جُدا تتلی
خود اپنی گونج بنی، رہ گئی صدا تتلی
پکارتی رہی دنیا نہ جا، نہ جا تتلی
فسردہ ہوگئے مہتاب کے حسیں سائے
اب اس فضا میں کوئی کس طرح غزل گائے

جلی جلی سی ہیں تاروں کی بستیاں اے دوست
مٹی مٹی سی ہے تصویرِ کہکشاں اے دوست
بجھے بجھے سے ہیں یادوں کی چاندنی کے کنول
لُٹے لُٹے سے ہیں تاروں کے کارواں اے دوست
کہاں کہاں نہ نگاہوں کے پھول مرجھائے
کہاں کہاں نہ ہوئے دل کے امتحاں اے دوست
کہاں کہاں نہ بجھائی گئی ہے مشعلِ شوق
کہاں کہاں نہ ملے شب کے پاسباں اے دوست
لگی وہ آگ کہ شہرِ نگار خاک ہوا
بڑھی جو آنچ تو روئے بہار خاک ہوا

❄❄❄

چاند نگر تنہا ہے

(ابنِ انشاء کی نذر)

گھُپ اندھیرا ہے ہر اک راہ گزر تنہا ہے
تم نہ آئے ہو ابھی چاند کا گھر تنہا ہے

ہم بھی تنہا ہیں ابھی، دیدۂ تر تنہا ہے
کوئی جگنو بھی نہیں اپنا سفر تنہا ہے

دل وحشی بھی گیا، اُس کی محبّت بھی گئی
اب یہاں کوئی نہیں دیکھ لو گھر تنہا ہے

موجِ گل پھر کسی عنواں سے وہاں جائے گی
سو گئے خواب جہاں، ذوقِ نظر تنہا ہے

اب تو آجاؤ کہ جاگی ہے ہر اک موجِ بلا
ساحلِ دل پہ ہر اک ریت کا گھر تنہا ہے

روشنی کتنے دریچوں سے چلی آئی مگر
غازۂ صبح لیئے پھر بھی نظر تنہا ہے

❄❄❄

تم آؤ گے

(عبید اللہ علیم کی نذر)

کیا بات ہے اب تک روٹھے ہو یہ آنکھیں کتنی جل تھل ہیں
یوں نیند کی دیوی روٹھی ہے یہ آنکھیں اب تک بوجھل ہیں
ویران سرائے میں ساتھی اب کون یہاں پر آئے گا
جب تم ہی نہیں تو پھر کیسے اب کوئی ہمیں بہلائے گا
گُل رنگ گُل افشاں صبح لیئے تم شہرِ غزل میں آئے تھے
گلبار مہکتی شام لیئے تم خوشبو بن کر چھائے تھے
تم خود ہی ذرا انصاف کرو اس طرح بھی کوئی جاتا ہے
جو آتا ہے وہ جاتا ہے کیا جانے والا آتا ہے
یہ "چاند سا چہرہ" کس کا ہے کس کی یہ "ستارہ آنکھیں" ہیں
احساس کے تپتے صحرا میں یہ کس کی پھیلی بانہیں ہیں
تم آؤ گے اِک روز یہاں خوشبو بن کر کاجل لے کر
شب رنگ فضاؤں میں روشن جگنو لے کر بادل لے کر
تم روٹھ گئے ہو آؤ گے اُمید ہے اک دن آؤ گے
تم آؤ گے تم آؤ گے تم آؤ گے تم آؤ گے

❋❋❋

اب نہ جاؤ گے تم

(مشتاق شاد کی نذر)

تم بھی رخصت ہوئے سو گئے راستے
مشعلیں بجھ گئیں کھو گئے راستے

اب یہاں خاک ہے اب وہاں خاک ہے
یہ زمیں خاک ہے آسماں خاک ہے

شاخِ گل جل گئی ڈالیاں جل گئیں
رنگ بکھرا کے سب تتلیاں جل گئیں

کتنے طوفاں شب و روز پلتے رہے
وقت کے دائروں سے الجھتے رہے

تم بچھڑتے رہے اور ملتے رہے
کتنے پتّے فضاؤں میں اڑتے رہے

خشک آنکھوں سے دریا ابلنے لگے
شامِ غم کیسی برسات دے کر گئی!

چیختی لڑکھڑاتی یہ پاگل ہَوا
جانے کس دیس میں تم کو لے کر گئی!

وقت کی شاخ سے ٹوٹ کر تم گئے
گلشنِ زیست سے روٹھ کر تم گئے

شاؔد کیا اب یہاں پھر نہ آؤ گے تم؟
کیا یہ سچ ہے ہمیں بھول جاؤ گے تم؟

ہم سے وعدہ کرو لوٹ آؤ گے تم
اب جو آؤ گے تم پھر نہ جاؤ گے تم

❄❄❄

ISHRAT ROOMANI

CHAINS OF AGONY

(In the memory of Meerza Adeeb)

So you have parted, the years have vanished.
And now we feel, we have been banished.
From candle to grave love and desires always roam.
An earthen lamp has been lighted, lighted alone, on the dome.
It flickers, shivers and then it blazez.
The vagrant dream floats and gazez.
Letters of vagabond, printed on heart, whip the soul, on solitary heights.
Drops of rain are lost in dust, in lonely nights.
And tears of dew shine around, everywhere.
At barren dawn, the ashes strive,
to recreate, the dying sparks, swept by tide of fading dreams.
The romantic moments shall never touch, the heights of scented, scattered dreams, of all the years and all the nights, as you have surpassed all the measured thorny heights, as you have traversed all the roaming vagrant desires the days and nights.

Love and art, dews and clouds, all are blended with downpour thoughts.
Bells are ringing deep in hearts.
Who shall come to make us alert?
But alas, but alas "The die is cast," as you are lost.
Our eyes are wet and dreams float.

ترجمہ: شاہین فصیح ربانی

کرب کے سلسلے

(میرزا ادیب کی یاد میں)

Chains of Agony

تم دور جا چکے ہو، کتنے برس نجانے معدوم ہو چکے ہیں
محسوس ہو رہا ہے جیسے کہ اب تو خود سے ہم دور ہو گئے ہیں
ہوں خواہشیں کہ الفت، جھولے سے قبر تک ہیں جو ساری
ماری پھرتی
مٹی کا اِک دیا جو روشن کیا گیا ہے وہ گنبدِ فلک پر تنہا سا جل رہا
ہے
جھلمل لرزتا ہے اور پھر سے بھڑک اٹھا ہے
آوارہ گرد سپنا آنکھوں میں تیرتا ہے اور ہم کو گھورتا ہے
آوارہ گرد کے "خط" جو نقش ہیں دلوں پر، ہیں روح کو ستاتے
تنہائی کے سروں پر
تنہائی کی شبوں میں بارش کا قطرہ قطرہ مٹی میں کھو چکا ہے
شبنم کے اشک ہر سو، ہر جا چمک رہے ہیں
ویران سے افق پر اِک راکھ اُڑ رہی ہے
بجھتے ہوئے شراروں کو زندہ کر رہی ہے

جو دھندلے دھندلے خوابوں کے تند و تیز ریلے کے ساتھ بہہ
گئے ہیں
برسوں کے، ساری راتوں کے عطر بیز بکھرے سپنوں کی چوٹیوں کو
رومان خیز لمحے ہرگز نہ چھو سکیں گے
تم آگے بڑھ گئے ہو، مشکل بلندیوں سے، پُرخار راستوں سے
تم بھی گزر چکے ہو، راتوں کی اور دنوں کی ان ماری ماری پھرتی
آوارہ خواہشوں سے
وہ فن ہو یا محبت، وہ ابر ہو کہ شبنم
رِم جھم حسیں خیالوں کا امتزاج سب میں جادو جگا رہا ہے
بجتی ہیں گھنٹیاں سی گہرائیوں میں دل کی
پھر کون آ کے ہم کو ہشیار اب کرے گا؟
افسوس ہے و لیکن، ہونی تو ہو چکی ہے۔ ہم تم کو کھو چکے ہیں
آنکھیں ہماری نم ہیں اور خواب تیرتے ہیں!

❋❋❋

ترجمہ: ظہیر مشرقی

زنجیرِ کرب

(میرزا ادیب کی یاد میں)

Chains of Agony

یہ کیا ہُوا کہ ہم سے جدا آپ ہوگئے
یہ کیا ہُوا کہ شہرِ خموشاں میں کھو گئے
آغوش میں لیۓ ہوۓ صد لہرِ آرزو
کرتے رہے ہیں گوہرِ تاباں کی جستجو
گو اک دیۓ نے مٹّی کے جاں کو جلا دیا
حق ہے کہ اپنی جاں کو منوّر بنا دیا
یہ خواب جو ہیں خوابِ پریشاں کے روپ میں
رہ رہ کے سر اٹھاتے ہیں ساۓ میں دھوپ میں
آوارہ گرد کے ہیں جو رومان اور خطوط
سینے میں نقش ہیں تو کسک بن گئی ثبوت
رومانی لمحے کیسے فلک بوس ہوسکیں
خوابوں کو کیسے نور کے سانچے میں ڈھال لیں
مٹّی بھی جذب ہوتی ہے سنسان رات میں
شبنم بھی جگمگاتی ہے ویران رات میں

اور راکھ جو کہ بھیگتی رہتی ہے صبح وشام
اور اوس جو کہ دھوتی ہے اوقات کو مدام
ان سب کو پیچھے چھوڑ کے آپ آگے بڑھ گئے
یعنی کہ اوجِ زیست پہ بے باک چڑھ گئے
فن اور آرٹ، بارش اور شبنم جو کچھ بھی ہے
وقت آگیا تو ہوگئی ضائع ہر اک شے
بجتی ہیں قلبِ زار میں وہ گھنٹیاں ابھی
آئے گا کون آہ تسلی کو آپ کی
اِس موت نے تو کر دیا ہر چال کو نڈھال
اِس موت نے تو کردیا قسمت کو پائمال

❄❄❄

ISHRAT ROOMANI

MOAN IN THE AIR

(In the memory of Tariq Sarshar)

Mirror cracks, shades are lost,
They print the tiny shivering dots.
There is moan in air, cries and pain.
Who shall light the candle again?
Sultry heat and oppressive days,
Cannot find the cooling rays.
In thousand pieces floats your vision,
with streams of life and with passions.
the bygone days are still alive,
the call of life has never survived,
Your absence pushes the rushing drops in our eyes.
Heart is restless with countless sighs.
Eternal sounds cover the scenqe.
But you are gone, never to be seen.
Now we count the beatings of heart,
The unshed tears, knocks on doors,
The remote despair, the lonely stairs,
The searching eyes, the pulsing gloom.
Alas! Alas!
The flowers of youth shall never bloom!!

ترجمہ: شاہین فصیح ربانی

فضائے سوگوار

(جواں مرگ طارق سرشار کے لیے)

ٹوٹ گیا ہے آئنہ، عکس تمام کھو گئے
ننھے لرزتے کانپتے نقطوں میں نقش ہو گئے
ساری فضا ہے سوگوار، آہ و فغاں ہے، درد ہے
(ہر سو رہِ حیات میں تیرگیوں کی گرد ہے)
شمع کوئی جلائے گا! کون مگر؟ کوئی نہیں!
تیز جلاتی دھوپ اور حبس زدہ دنوں کو ہے
بادِ صبا کی جستجو...... بادِ صبا ملی نہیں
تیرے تصورات کے ٹکڑے ہزار ہو گئے

زیست کی ندیوں میں ہیں غم کی طرح سے تیرتے
یاد گئے دنوں کی ہے ذہن میں تازہ آج بھی
(آہ! مگر کریں بھی کیا!) زیست نہیں ہے دائمی!
تم کو نہ پا کے آس پاس، آنکھ میں اشک بھر گئے
آہ کے ان گنت شرار دل کو اداس کر گئے
(منظرِ غم کو دیکھئے!)

اپنے حصار میں لیا ہے ابدی صداؤں نے
تم تو مگر چلے گئے ہم کو اداس چھوڑ کر
اب نہ کبھی بھی ہم تمہیں دیکھ سکیں گے عمر بھر
کرتے ہیں اب شمار ہم اپنے دلوں کی دھڑکنیں
اشک بہے نہیں تھے جو، دیتے ہیں در پہ دستکیں
یاس و نا امیدی اور تنہا اجاڑ سیڑھیاں
یہ متلاشی آنکھیں اور بڑھتی ہوئی اداسیاں
حیف! کبھی شباب کے پھول نہ کھل سکیں گے پھر!!!
(زخم نہ سل سکیں گے پھر، ہم بھی نہ مل سکیں گے پھر!)

***

فردیات

اندھی گلی میں لوگ بھٹکتے رہے مگر
جب روشنی ملی تو بصارت بھٹک گئی

☆

بچّے تو کاپیوں کی عبارت مٹا گئے
ہم سوچتے ہی رہ گئے ہم نے لکھا تھا کیا

☆

بھیگے ہوئے پروں سے گھٹاؤں کو تھام کے
بارش کے ساتھ ساتھ پرندے اُڑا کیے

☆

شاید حدودِ ذات میں برسات تھم گئی
پلکوں پہ آنسوؤں کی لڑی دیر تک رہی

☆

رونق بڑھی تو شہر کے انسان کھو گئے
کمرے سُکڑ کے رہ گئے دالان کھو گئے

☆

زنجیرِ جاں پگھل گئی زندان گُم ہوئے
ہم اہلِ دل پہ شہر میں کتنے کرم ہوئے

☆

کمپیوٹروں کی دوڑ ۔مشینوں کے شور میں
بچّے اُلجھ گئے ہیں خلاؤں کی دوڑ میں

☆

اب دیکھتے ہو کیا کہ جوانی کدھر گئی
جذبات ختم ہوگئے آندھی گزر گئی

☆

دل ڈوبتا ہے شام کا تارا اُداس ہے
پلکوں کی چلمنوں کے کوئی آس پاس ہے

☆

سوچو تو سُرخ سبز دوپٹوں کی چھاؤں ہے
دیکھو تو جیسے دھوپ ہے صحرا ہے زندگی

☆

بننے لگے ہیں جھیل میں کچھ دائرے کہ تم
آئے مرے قریب رُکے پھر گزر گئے

☆

جو داستانِ عشق لہو سے لکھی گئی
تاریخ میں ہمیشہ وہی سرخرو ہوئی

☆

تتلی حدودِ وقت سے آگے گزر گئی
ہاتھوں میں رنگ رہ گئے خوشبو بکھر گئی

RAZA LIBRARY
49113
10/2/05

سوچ کی جھیل میں اک پرندہ گرا خواب تھرا گئے۔ اک دھماکہ ہوا
لڑکھڑانے لگی ہر طرف تیرگی، رات جانے کو ہے صبح آنے کو ہے
فکر و احساس کی زرفشاں تتلیاں وقت کی دھند میں پر لگا کر اڑیں
گل بداماں ہوئی ذہن کی روشنی، رات جانے کو ہے صبح آنے کو ہے